قال الله تعالی وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت معروضہ دال ست بنافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی ٭ نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

جلد	بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۹ھ	نمبر ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی مذکر ست و رہبر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ٭ بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

وحل اشتباہات کلید مثنوی و تشرف و حل القرآن و انتخاب عربیت سیرۃ الصدیق کہ اکثر آن مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ بادارۂ محمد عثمان عامی ٭ رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزید آنور ہر صدا و زحسیگردد

لہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث فض سینا کتاب العدد تقضی بالمرجم ۱۴

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

مقاصد وضوابط رسالہ الہادی

۱- اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں +

۲- رسالہ ہٰذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

۳- ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔

۴- رسالہ ہٰذا کی سالانہ قیمت عہ/ ہے مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی پی کی صورت میں ۲/ خرچ رجسٹری ۲/ فیس منی آرڈر اضافہ کرکے عہ/ کا وی۔ پی۔ ہوتا ہے۔ اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لی جاتی ہے۔ اور رسالہ ہٰذا مع ٹائیٹل کے ۴۸ صفحات کا ہوتا ہے۔

۵- ہر خریدار کو ابتدائی سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶- رسالہ ہٰذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا +

۷- رسالہ ہٰذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں مگر اُن کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بجائے عہ/ مع محصول کے (للعہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم: محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

(اور جو کہ اونٹ کا گوشت تھا پس اسلئے اونٹ کا گوشت نہ ابراہیم پر حرام تھا اور نہ نزول
تورات تک اونکی امت پر بلکہ صرف یعقوب نے اسے خود[1] اپنے اوپر ایک خاص[2] ضرورت سے
حرام کرلیا تھا) آپ (انسے) کہیئے کہ اگر تم (اپنے اس دعویٰ میں) سچے ہو کہ یہ چیزیں ابراہیم
کے وقت سے حرام ہیں) تو تورات لاؤ اور اوسے پڑھو تو ہم بھی دیکھیں کہ اس میں یہ
مضمون کہاں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتے اور اس سے دعویٰ کا بے سند ہونا ظاہر
ہے) پس جو اس (وضوح کذب) کے بعد بھی دانستہ خدا پر جھوٹ تراشیں گے وہ سراسر
ظالم ہوں گے آپ (ان سے) کہدیجئے کہ خدا نے سچ کہا ہے (اور واقعہ یہی ہے کہ ابراہیم
پر یہ چیزیں حرام نہ تھیں) پس تم ابراہیم کے (اصلی) مذہب کا اتباع کرو بحالیکہ وہ سیدہے
مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے (اور ان کی طرف غلط باتیں منسوب کرکے
اون کے اتباع کا دعویٰ نہ کرو اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان
کہہ کر اسلام کے خلاف عقائد و خیالات رکھتے ہیں۔ جیسے ہمارے زمانہ کے
قادیانی وغیرہ۔ وہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں اور صرف اونکا دعویٰ اسلام کافی نہیں
ہے چنانچہ یہود بھی اپنے کو متبع ابراہیم اور مذہب ابراہیم پر کہتے تھے مگر خدا نے
اون کے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو اتباع ابراہیم کا حکم دیا آگے
ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں ان کی عمارت کعبہ کا ذکر فرماتے ہیں اور فرماتے
ہیں کہ ابراہیم کی عظمت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ) سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی
عبادت) کے لئے (خدا کی جانب سے) مقرر کیا گیا ہے وہ (گھر) ہے جو کہ
بابرکت اور موجب ہدایت عالم ہونے کی حالت میں (شہر) مکہ میں (واقع)
ہے (جو کہ انہیں ابراہیم کا بنایا ہوا ہے) اوس میں (اوسکی فضیلت کی)

۴۹

---

[1] یرشدنا الیہ قولہ تعالیٰ علیٰ نفسہ والاستثناء منقطع او متصل ان
کان یعقوب اخلاقی بنی اسرائیل تغلیبا۔ ۱۲ منہ

[2] وہ ضرورت یہ تہی کہ اون کو عرق النسار کا مرض تھا جس کی وجہ سے اونہوں نے نذر مانی
کہ اگر خدا مجھے شفا دیدے تو میں اپنے اوپر سب سے زیادہ محبوب چیز حرام کرلوں گا جب
انکو شفا ہوگئی تو انہوں نے اونٹ کا گوشت کہانے کی قسم کہائی ۱۲

کھلی نشانیاں (موجود) ہیں (جن میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے (جو کہ ایک محترم پتھر ہے جس پر ابراہیم نے کھڑے ہوکر کعبہ کی تعمیر کی تھی جس کی وجہ سے اوسکو یہ عزت دی گئی کہ اوس کے پاس لوگوں کو نماز پڑھنے کی ہدایت کی گئی) اور (دوسری نشانی یہ کہ حضرت ابراہیم کی دعا سے اوسکو یہ عزت حاصل ہے کہ) جو اوس میں (یا اوس کے متعلق مقامات میں) داخل ہو جاوے (قانوناً) مامون ہو جاتا ہے اور (تیسری نشانی یہ کہ) اس گھر کا حج لوگوں پر لازم ہے۔ (مگر سب پر نہیں بلکہ صرف) اونپر جو قادر ہوں اوس تک (پہونچنے کی) راہ (یعنی زاد و راحلہ) پر (بشرائطہا یہ باتیں ایسی ہیں جنکو ماننا لازم ہے) اور جو نہ مانے تو (خود اوسی کا نقصان ہے خدا کا کچھہ ضرر نہیں کیونکہ) خدا تمام جہان سے بے نیاز ہے (لہذا ادنکو اون کے ایمان سے فائدہ ہو اور نہ کفر سے ضرر ہو اس مضمون سے چند باتیں مفہوم ہوئیں اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت جنکی نسبت سے خانہ کعبہ کو یہ شرف حاصل ہوا دوم خانہ کعبہ کی عظمت کہ اوس کے بانی ایسے بڑے شخص ہیں سوم خانہ کعبہ کا بیت المقدس سے مقدم اور اوس سے افضل ہونا چہارم دین ابراہیمی کا افضل اور واجب الاتباع ہونا اور اہل کتاب ان سب باتوں کے مخالف تھے خواہ عملاً خواہ اعتقاداً اسلیئے حکم ہوتا ہے کہ جب یہ واقعات مسلم ہیں۔ اور اہل کتاب ان کو نہیں مانتے تو) آپ (اُن سے) فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں خدا کی آیات کا انکار کرتے ہو (اور جو باتیں حق تعالیٰ تمہیں تعلیم کرتے ہیں اون کو کیوں نہیں مانتے) حالانکہ حق تعالیٰ خود اون باتوں کے گواہ ہیں جو تم کرتے ہو (اسلیئے اونکو دوسرے گواہوں کی ضرورت نہیں جیساکہ دنیاوی حکام کا قاعدہ ہوتا ہے اور اس بنا پر تمہارے لیئے جرم کے انکار کی ذرا بھی گنجایش نہیں جیساکہ دنیاوی سلطنتوں کے مجرموں کو ہوتی ہے مثلاً یہ کہ جرم کے وقت گواہ موجود نہیں ہیں یا گواہ موجود ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں توڑ لیں گے یا اپنی صفائی سے اون کے ثبوت کو بیکار کر دیں گے) آپ (اون سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ تم (شرارتیں کر کے مسلمانوں کو راہ خدا سے کیوں روکتے ہو

۵۰

(ریوں) کہ تم اوسکی کجی کے خواہاں ہو (اور چاہتے ہو کہ اس سیدھے رستے کو اپنی شبہات سے اونکی نظر میں کج بنا دو یا اوسمیں رخنہ اندازی کرکے واقع میں اوسکو کج بنا دو مثلاً یہ کہ اونمیں عداوت کی آگ مشتعل کرکے اونکو آپس میں لڑا دو۔ جیساکہ تم میں سے ایک شخص شاس بن قیس نے اوس وخزرج مسلمانوں کے دو قبیلوں کو اون کی جاہلیت کے جھگڑے یاد دلاکر اونکو آپس میں لڑانے کی کوشش کی) حالانکہ تم باخبر ہو (اور جانتے ہو کہ یہ برا کام ہے) اور (یہ واضح رہے کہ) حق تعالے اون کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو (اسلئے وہ تم کو سخت سزا دیں گے اہل کتاب کو تنبیہ فرماکر مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تو نصیحت کیا مانیں گے اسلئے تم کو متنبہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ) اے مسلمانوں اگر تم اہل کتاب میں سے کسی جماعت کا کہنا مانو گے (جیساکہ ابھی تم اون کی خواہش کے موافق لڑنے پر تیار ہو گئے تھے) تو وہ تمہیں تمہارے مومن ہو جانے کے بعد دوبارہ کافر بنا دیں گے اور (تم سوچو بھی کہ) تم کیسے کافر ہو جاؤ گے (یعنی تمہارے لیئے اسکی گنجایش کب ہے) بحالیکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ تمہارے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتیں ہیں اور تم میں اوس کا رسول موجود ہے (اور اسوجہ سے تمہارے لیئے غلط فہمی کی گنجایش نہیں جیساکہ تم سے بعد کے لوگوں کے لیئے ہے جب کہ نہیں ہے تو تم خدا کو پکڑے رہو۔ اور (یاد رکھو کہ) جو کوئی خدا کو پکڑے رہے گا (یعنی اوس کے دین سے نہ ہٹے گا) وہ سیدھے رستے پر لایا ہوا ہے (جس سے اوسے ہٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر ہٹے گا تو اوس کے لیئے مضر ہوگا)۔

51

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ

اے مسلمانوں تمکو (اپنی مقدور بھر) خدا سے یوں ڈرتے رہنا چاہیئے جیساکہ اوس سے ڈرنا چاہیئے (اور کسی کے ہٹر کانے سے یا کسی اور وجہ سے کوئی بات اوس کی مرضی کے خلاف حتی الامکان نہ کرنی چاہیئے)

قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع

۵۲

اور (خاص کر جسوقت تم مرو اوس وقت تو اس کا بہت ہی لحاظ رکھنا چاہیے کہ) تم کسی حالت میں (مرو بجز اس حالت کے کہ تم (خدا کے) فرمانبردار ہو۔ (کیونکہ موت سے پہلے کی مخالفتوں کی تو تلافی ممکن بھی ہے اور مرنے کے بعد تلافی ممکن نہوگی) اور تم خدا کی رسی کو مجتمع ہونے کی حالت میں مضبوط تھامے رہو (یعنی خدا کی اطاعت کو نہ چھوڑو جو کہ تمکو حق تعالی سے وابستہ کرنے والی ہے) اور (خواہشات نفسانی کا اتباع کر کے) متفرق (اور منتشر) نہو (جیسا کہ ابھی تم ایک کافر کے دہوکے میں آکر لڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے) اور خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اوس نے تمہارے درمیان الفت و محبت پیدا کر دی اور تم خدا کے اس انعام کی بدولت آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم (کفر کی بدولت) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے اوس نے تمہیں (ہدایت کر کے) اِس (گڑھے) سے بچا دیا۔ (دیکھو) حق تعالی تمہارے لئے یوں صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں امید ہے کہ تم (اونکو توجہ سے سنو گے اور اونپر عمل کر کے) سیدھے رستے پر رہو گے اور (یہ ہی نہیں کہ خود ہی سیدھے

رہنے پر رہو بلکہ تمکو چاہیئے کہ) تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو کہ (دوسروں کو) بہبودی
کی طرف بلایا کرے اور اچھی باتوں کا حکم کرے اور بُری باتوں سے روکے اور (یہ
سمجھ لو کہ) وہی لوگ پورے کامیاب ہیں (جو ایسا کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی جاننا چاہیئے کہ
دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اہل وہی لوگ ہیں جو دین کو بخوبی
سمجھے ہوئے ہیں اور جو دین کی حقیقت ہی نہیں جانتے وہ اِس کے اہل نہیں ہیں اگر وہ
ایسا کریں گے تو خود بھی برباد ہوں گے اور دوسرونکو بھی تباہ کریں گے جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں ہر شخص نے دعوت اور تبلیغ کو پیشہ بنا رکھا ہے اور ہر شخص واعظ اور مصلح
بن رہا ہے کیونکہ ان لوگوں سے دین کو بجائے فائدہ کے ضرر ہی پہونچتا ہے پس
جس شخص کو تبلیغ کا شوق ہو اوس کا فرض ہے کہ وہ خود علم حاصل کرے تاکہ وہ
اسکو دوسروں تک بلا تغیر و تبدل صحیح طور پر پہونچا سکے اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اتنا
تو ہونا چاہیئے کہ وہ کسی دیندار عالم کے ماتحت اور اوسکی ہدایتوں کا پابند رہ کر
اس کام کو کرے اور جہل اور خود رائی اور غلط جذبات کے ماتحت ہو کر اس کام کو کرنا دین
کے لیے بھی خطرناک ہے، اور مسلمانوں کے لیے بھی اور خود اوس کے لئے بھی) اور تم
ان جیسے نہ ہو جو کہ (دین میں) متفرق ہو گئے اور جنہوں نے (اسمیں نفسانیت سے
اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس (حق کے) دلائل واضحہ آچکے تھے (جیسے
یہود و نصاریٰ) اور (تمہیں ایسا کرنے سے اسلئے روکا جاتا ہے کہ) اونکو (ایسا
کرنے کی وجہ سے) بڑا عذاب ہوگا (یاد رکھو کہ تفرق و اختلاف وہ منہی عنہ ہے
جس کا منشا نفسانیت ہو یا وہ ایسے امور سے تعلق رکھتا ہو جو اجتہادی نہیں ہیں
اور جس اختلاف کا منشا دین ہو وہ منہی عنہ نہیں ہے بلکہ وہ ضروری اور لازم ہے
مثلاً کوئی مسلمان دین میں بدعت پیدا کرے، اوس کی مخالفت لازم ہے۔ اگرچہ
اوس کا نتیجہ تفرق و اختلاف ہو کیونکہ یہ تفرق مخالفت کرنے والوں کی طرف سے
نہیں بلکہ اوس بدعت نکالنے والے کی طرف سے ہے خوب سمجھ لو آجکل دنیا پرست
لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ وہ اہل حق پر طعن کرتے ہیں کہ وہ فرق باطلہ کے ساتھ

۵۳

اتفاق کیوں نہیں کرتے اور دین میں تفرقہ کیوں ڈالتے ہیں۔ افسوس یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ تفرقہ ڈالنے والے اہل حق نہیں بلکہ اہل باطل ہیں اوراس لئے ان سے کہنا چاہیے کہ تم نے اسلام کے خلاف روش اختیار کرکے دین میں تفرقہ کیوں پیدا کر رکھا ہے تم حق کی پیروی کرکے اہل حق کے ساتھ اتفاق کیوں نہیں کرتے آگے اس عذاب کا بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ) جس روز کچھہ منہ سفید ہوں گے اور کچھہ منہ سیاہ ہوں گے (اوس روز ان مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف برتاؤ ہوگا) سو جن کے منہ سیاہ ہوں گے (انکو یوں ڈانٹا جاوے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اچھا تو اب عذاب (کا مزہ) چکھو بدیں وجہ کہ تم کفر کرتے تھے اور جن کے چہرہ سفید ہوں گے وہ لوگ خدا کی رحمت میں غرق ہوں گے (اور برائے چندے نہیں بلکہ) وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے (ف بعد ایمانکم میں میرے نزدیک وہ ایمان

فطری مراد ہے جو بحکم کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ ہر شخص میں موجود ہوتا ہے واللہ اعلم) یہ خدا کی آیتیں ہیں جنکو ہم تمہارے سامنے صحیح صحیح پڑھتے ہیں (اور انمیں جو کچھہ سزا جزا بیان کی گئی ہے وہ ضرور واقع ہوگی جس کا منشا خود لوگوں کے افعال اختیاریہ ہیں) اور (خود) خدائے تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے (کہ انہیں خواہ مخواہ سزا دیں یا ان کے اپنے افعال کا بدلہ نہ دیں) اور (اگر وہ کسیکو بلا جرم سزا دینا چاہیں یا کسی کے نیک اعمال کا بدلہ نہ دینا چاہیں تو انہیں اس کا حق بھی ہے اور اختیار بھی۔ حق اسلئے کہ) آسمانوں اور زمین میں جو کچھہ بھی ہے (سب بلا شرکت غیرے) خدا ہی کا ہے (اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے) اور اختیار اسلئے کہ) تمام مقدمات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے (اور وہ تنہا اوس کا فیصلہ کرے گا۔ اس لئے وہ جیسا چاہے کرسکتا ہے اور کوئی اوسکی مزاحمت نہیں کرسکتا یاد رہے کہ بدلہ نہ دینے یا بے جرم سزا دینے کو جو ظلم کہا گیا وہ بنا بر عرف کہا گیا ہے۔ اور حقیقت کے لحاظ سے وہ ظلم نہیں جیسا کہ ابھی ظاہر

ہوچکا ہے۔ یہاں تک اہل کتاب کو دھمکی دیکر اب انکو دوسرے طریق سے سمجھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ؛

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۗ وَ
لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا
لَّهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۚ
وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف
ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
يَعْتَدُوْنَ ۝ لَيْسُوْا سَوَآءً ۚ مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ
اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ۚ
وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا
يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۗ

اے مسلمانو! تم وہ بہتر جماعت ہو جو لوگوں کے (نفع کے) لیے وجود میں لائی گئی ہو (چنانچہ) تم لوگوں کو اچھی بات بتلاتے ہو۔ اور بری بات سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو (برخلاف دوسروں کے کہ انہیں یہ باتیں نہیں ہیں اسلئے تم ان سے بہتر بھی ہو اور ان کو نفع پہنچانیوالے) اور (جبکہ تمہاری یہ حالت ہے تو) اگر اہل کتاب اپنی ضد کو چھوڑ کر) ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا (کیونکہ وہ بھی بدتر حالت سے نکل کر بہتر حالت میں آجاتے مگر کیا کہیئے وہ ایسا کرتے ہی نہیں چنانچہ) کچھ لوگ انہیں سے مومن ہیں (جن کی تعداد بہت کم ہے) اور بڑا حصہ ان کا برابر نافرمانی پر جما ہوا ہے (لیکن انسے تم کو کوئی خطرہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ) وہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے بجز معمولی تکلیف کے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو جنگ میں تمہیں پیٹھ دیں گے (اور شکست کھا کر بھاگیں گے)

۵۵

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ
وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ
هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ
فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ
لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا
عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ
مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ
صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا
لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا
يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ
كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ
وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

اور بھاگنے کے بعد انکی مدد نہ کی جائے گی
(کہ کوئی انکی حمایت کے لیے تم سے لڑے
اور اس طرح وہ مغلوبی کے بعد انکو تم پر
غالب کر دے) اور پھر ذلت کا سکہ جما
دیا گیا ہے جہاں کہیں بھی پائے جائیں
(اور اسلئے وہ ہر جگہ ذلیل ہی ہوں گے
اور کہیں اونہیں عزت نہو گی خواہ وہ کچھ
بھی کریں) ہاں حق تعالیٰ کے تعلق اور
مسلمانوں کے تعلق سے (وہ اس
ذلت سے بچ سکتے ہیں اور وہ تعلق یہ کہ
وہ مسلمان ہو جائیں) اور وہ خدا کا
غضب لیکر پھرے اور ان پر پستی کا سکہ
بٹھا دیا گیا (اور) یہ (سزائیں) اسلئے
(دی گئیں) کہ آیات خداوندی کا انکار
کرنا اور انبیاء کو ناحق قتل کرنا ان کا کام
تھا (اور) یہ (کفر و قتل) اسلئے (تھے)
کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جانا
ان کی عادت تھی (یہ حالت اکثر کی ہے
اور) سب یکساں نہیں ہیں (چنانچہ)
اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی
بھی ہے جو کہ مستقیم الحال ہے (چنانچہ)
یہ لوگ اوقات شب میں اس حالت
میں خدا کی آیات پڑھتے ہیں کہ وہ نماز

باقی آئندہ

ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ سے جن کا نام ام سنان ہے فرمایا کہ تمکو ہماری ساتھ حج کرنیسے کون سا امر مانع ہوا کہا ہمارے پاس صرف دو ہی اونٹ تھے ایک پر تو میرے شوہر نے حج کیا اور دوسرا ہمارے پاس چھوڑ دیا جس سے (ہم زمین وباغات میں) پانی برستے تھے حضور نے فرمایا کہ جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا۔ کیونکہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میری ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ **ف** مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے فرض حج ذمہ سے اتر جائے گا جس کے ذمہ حج فرض ہو اس پر عمرہ رمضان کے بعد بھی حج فرض رہے گا۔ اور یہ ایسا ہے جیسا شب قدر کے بارہ میں ارشاد ہے کہ اسمیں جو عبادت کیجائے وہ ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ بس شب قدر میں عبادت کرکے ہزار مہینہ تک نماز وعبادت کی ضرورت نہیں اخوب سمجھ لو۔ مترجم

(۲) حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ ام سلیمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگیں کہ ابو طلحہ اور ان کے بیٹے نے تو حج کرلیا اور مجھے چھوڑ گئے حضور نے فرمایا اے ام سلیم رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (صحیح ابن حبان)

(۳) ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کیا ہے اس وقت ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جسکو (میرے شوہر) ابو معقل نے فی سبیل اللہ (وقف) کر دیا تھا اور اسیوقت ہمارے اندر بیماری چلی جسمیں ابو معقل کا انتقال ہوگیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس ہوئے (راوی کا گمان ہے کہ) حضور نے ام معقل سے فرمایا کہ تمکو ہمارے ساتھ چلنے سے کیا بات مانع ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تیاری کر رہے تھے

له قفل محرکۃ ای رجع من سفرہ ۱۲ منہ

کہ ابو معقل فوت ہو گئے اور حج کرنے کے لیئے ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا جسکے متعلق ابو معقل نے یہ وصیت کردی کہ اسکو فی سبیل اللہ (وقف) کردیا جائے حضور نے فرمایا کہ تم اسی پر سوار ہو کر چلی آتیں کیونکہ حج بھی تو فی سبیل اللہ ہے۔ اچھا اب اگر تم کو یہ حج نہیں ملا تو تم رمضان میں عمرہ کر لینا کیونکہ (رمضان کا عمرہ) وہ بھی حج کے برابر ہے (ابوداؤد)

اور ترمذی نے اسکو مختصراً ان لفظوں سے روایت کرکے کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ حسن غریب کہا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے بھی اسکو مختصراً روایت کیا ہے مگر اُن کے الفاظ یہ ہیں کہ حج و عمرہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اور رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے یا حج کا قائم مقام ہے۔ اور ابوداؤد و نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ ام معقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی اور بیمار رہتی ہوں تو کیا کوئی عمل ایسا ہے جو میرے لئے حج کے قائم مقام ہو فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

(۳) ابو معقل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے (ابن ماجہ) اور بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں اس مضمون کو سند جید سے ایک ایسی حدیث میں ابو طلیق سے اس طرح روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی ہمراہ حج کرنے کے برابر کونسا عمل ہے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا (حافظ منذری) فرماتے ہیں کہ ابو طلیق ابو معقل ہی کی دوسری کنیت ہے اسی طرح اُن کی زوجہ ام معقل کی دوسری کنیت ام طلیق ہی ہے حافظ ابن عبدالبر نمری نے اسپر تنبیہ کی ہے۔

حج میں تواضع و خاکساری اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں گھٹیا کپڑے پہننے کی ترغیب

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک پرانے کجاوے اور پرانے کمبل پر (سوار ہو کر) حج کیا جو (قیمت میں چار) درہم کے برابر تہا یا اتنا بھی نہ تہا۔ پہر فرمایا اے اللہ! یہ ایسا حج ہے جس میں نہ دکہلاوا ہے نہ شہرت کی طلب) (ترمذی در شمائل و ابن ماجہ) اور اصبہانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے مگر اُن کے الفاظ میں (بلا تردد) یہ ہے کہ وہ چار درم کے برابر نہتی اور طبرانی نے اوسط میں اسکو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۲) ثمامہ رضہ سے روایت ہو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کجاوہ پر حج کیا۔ اور وہ بخیل نہ تہے (بلکہ سخی تہے لیکن خاکساری اور تواضع کے لیئے کجاوہ کو اختیار کیا) اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کجاوہ پر حج کیا اور وہ اونٹنی بہی آپ کی سواری کی نہتی بلکہ اسباب کی تہی (بخاری)

(۳) قدامہ بن عبداللہ بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمی جمرہ کرتے ہوئے دیکہا خاکی رنگ کی اونٹنی پر نہ کسی کو (آپ کے سامنے سے) ہٹایا جاتا تہا نہ ہٹو بچو کہا جاتا تہا (صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تہے کہ ایک میدان پر گذرے حضور نے پوچھا یہ کونسا میدان ہے لوگوں نے عرض کیا اس کا نام وادی ازرق ہے۔ فرمایا گویا میں اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پہر آپ نے اُن کے بالوں کا کسیقدر لمبا ہونا بیان کیا جسکو داؤد راوی نے محفوظ نہیں رکہا (کہ آپ نے درازی کی مقدار کیا بیان فرمائی) وہ اپنے کان میں انگلی دیئے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف لبیک کہتے ہوئے رجوع ہو رہے ہیں اور اس میدان میں گذر رہے ہیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پہر ہم ایک گہاٹی پر گذرے آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی گہاٹی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ ثنیہ ہرشی ہے یا ثنیہ لفت (راوی کو شک ہے کہ انہیں کون سی گہاٹی بتلائی گئی) کیونکہ ثنیہ ہرشی جحفہ کے قریب ہے اور

ع؎ القطیفۃ کساء لہ خمل ۱۲ منہ

ثنیہ لغت کوہ قدید کی گھاٹی ہے ۱۲)

حضور نے فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اُن کے جسم پر اونی جبہ ہے اور اُن کی اونٹنی کی نکیل درخت کی چھال (سے بنی ہوئی) ہے (اس شان سے وہ) اِس میدان میں لبیک کہتے ہوئے گذر رہے تھے۔

(۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے منجملہ اُن کے موسیٰ علیہ السلام بھی تھے گویا میں اُن کو دیکھ رہا ہوں کہ اُن کے جسم پر دو قطوانی عبا ہیں اور وہ احرام باندھے ہوئے ایک اونٹ پر سوار ہیں جو قبیلہ شنوءہ کے اونٹوں میں سے ہے اس کی نکیل درخت کی چھال کی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے دو زلفیں بھی ہیں (طبرانی در اوسط) اور اسکی سند حسن ہے۔

(۶) ابن عباس سے ہی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں وادیٔ عسفان پر گذرے (جو مکہ سے دو منزل پر ہے) تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابو بکر یہ کون سا میدان ہے عرض کیا وادی عسفان ہے فرمایا کہ اِس میدان میں ہود اور صالح علیہما الصلوٰۃ والسلام جوان اونٹنیوں پر جن کی نکیل چھال کی تھی سوار ہو کر گذرے ہیں اُن کی لنگیاں عبا کی تھیں اور چادریں دھاری دار کمبل کی وہ اس بیت عتیق کا حج کرنے آئے تھے

؎ قال المنذری ہرشی بفتح الھاء وسکون الراء بعدھما شین معجمۃ مقصور ثنیۃ قریب الجحفۃ ولفت بکسر اللام وفتحھا ایضاً ھو ثنیۃ جبل قدید بین مکۃ والمدینۃ والخلبۃ بضم الخاء المعجمۃ وسکون اللام ھی اللیف کما جاء مفسرا فی الحدیث وقطوان بفتح القاف والطاء المھملۃ جمیعاً موضع بالکوفۃ تنسب الیہ العبی والاکسیۃ ۱۲ منہ

؎ عسفان بضم العین وسکون السین المھملتین موضع علی مرحلتین من مکۃ والبکرات جمع بکرۃ بسکون الکاف وھی الفتیۃ من الابل والنمرات بکسر المیم جمع نمرۃ وھی کساء مخطط ۱۲ منہ

(احمد وبیہقی) اور دونوں کی سند میں زمعۃ ابن صالح سلمۃ بن وہرام سے روایت کرتا ہے اور متابعات میں ان دونوں کی روایت کا کچھ حرج نہیں اور ابن خزیمہ وغیرہ نے تو ان سے احتجاج بھی کیا ہے۔

(۷) ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے سرخ بیل پر سوار ہو کر قطوانی عبا زیب تن کر کے حج کیا ہے (طبرانی) اور اسکی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے اور باقی سب راوی ثقہ ہیں۔

ف اوپر ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اونٹ پر سوار ہو کر حج کیا ہے اور وہی قوی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام شام سے بیل پر سوار ہو کر چلے ہوں پھر زمین عرب میں پہونچکر اونٹ پر سوار ہو گئے ہوں کیونکہ پتھریلی زمین میں بیل کا چلنا دشوار ہے واللہ اعلم۔

(۸) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میدان روحا پر ستر انبیاء ننگے پیر عبا پہنے ہوئے اللہ کے گھر کا ارادہ کر کے گذرے ہیں جن میں اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام بھی تھے (ابویعلی وطبرانی) اور یہ سند متابعات میں کچھ مضائقہ نہیں رکھتی ابویعلی نے اسکو حضرت انس بن مالک کے واسطہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(۹) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ احرام کی حالت میں دو قطوانی عبا پہنے ہوئے اس میدان سے گذر رہے ہیں (ابویعلی واوسط طبرانی) اسکی سند حسن ہے **ف** ان حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ظاہر میں اسکی حقیقت یہ ہے کہ آپکو ان حضرات کی پہلی حالت جبکہ وہ اپنی زندگی میں حج کو آئے تھے مکشوف ہو گئی اسی وجہ سے آپ نے لفظ تشبیہ کا استعمال فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اور ممکن ہے کہ اس وقت ان حضرات کی ارواح جسم مثالی کے ساتھ حضور کے

حج میں شریک ہونے کو آئی ہوں جیسا معراج میں آسمانوں پر حضور کے استقبال کو پہونچ گئیں اور مسجد اقصے میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو سب حضرات جمع ہو گئے تھے اور اس صورت میں لفظ تشبیہ کا استعمال اس بنار پر ہوگا کہ جسم اصلی اور جسم مثالی میں کچھ فرق ضروری ہے جسم مثالی میں کسی کو دیکھنا جسم اصلی میں دیکھنے کے برابر نہیں اس لیے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کشفی طور سے جسم مثالی میں کرتے ہیں وہ حضرات صحابہ کے برابر نہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۱۰) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (سچا حاجی کون ہے؟ فرمایا جس کے بال (کنگھی تیل وغیرہ کے استعمال نہ کرنے سے) چکٹ رہے ہوں اور (بدن) میلا کچیلا ہو کہا حج (میں) کونسا (عمل) افضل ہے؟ فرمایا زور سے لبیک کہنا اور (قربانی کے ذریعہ سے جانور کا) خون بہانا کہا اور (وہ) سبیل کیا ہے (جسکی استطاعت پر حج فرض ہو جاتا ہے) فرمایا کھانے پینے کا سامان اور سواری (ابن ماجہ) بسند حسن اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر ہی سے اسکوان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ حج کس چیز سے فرض ہو جاتا ہے فرمایا زاد و راحلہ سے (یعنی کھانے پینے کا سامان اور سواری جس کے پاس ہو اسپر حج فرض ہے) ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور عبداللہ بن عمر کی ایک حدیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ تمہارا عرفات میں وقوف کرنا تو اسکی شان یہ ہے کہ اللہ تعالی اس وقت دنیا کے آسمان پر تجلی فرماتے اور تمہارے اس عمل سے فرشتوں کے سامنے اپنی خوشی ظاہر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے میرے پاس پریشان بال

ع الشعث بكسر العين هو البعيد العهد بتسريح شعره وغسله والتفل بفتح التاء المثناة فوق وكسر الفاء هو الذي ترك الطيب والتنظيف حتى تغيرت رائحته والعج بفتح العين المهملة وتشديد الجيم هو رفع الصوت بالتلبية وقيل بالتكبير والثج بالمثلثة هو نحر البدن ۱۲ منہ

پریشان حال دور دراز کی مسافت سے میری جنت کی امید میں آئے ہیں (اس کے بعد بندوں کی طرف عنایت و رحمت سے متوجہ ہوتے اور انکو اس طرح خطاب فرماتے ہیں کہ) میرے بندو! اگر تمہارے گناہ ریت کے (ذرات) یا بارش کے قطرات یا سمندر کے جھاگ کی برابر بھی شمار میں ہوں تو میں سب کو بخشدوں گا۔ میرے بندو! اچھا تم بخشے بخشائے واپس ہو جاؤ۔ اور جس کے لئے تم سفارش کرو اسکو بھی بخشدیا گیا۔ اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ جب عرفات میں وقوف کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا کے آسمان پر تجلی فرماتے اور (فرشتوں سے) ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے بندے کیسے پریشان حال غبار آلود (ہوکر میرے پاس) آئے ہیں گواہ رہو۔ میں نے ان کے گناہ بخشدیئے اگرچہ وہ بارش کے قطرات کے برابر ہوں یا میدان عالج کے ذرات ریگ کے برابر۔

(۱۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں کے سامنے عرفات (میں ٹھیرنے) والوں پر اپنی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو! میرے ان بندوں کو دیکھو میرے پاس پریشان بال خستہ حال ہوکر آئے ہیں (احمد و صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم) اور حاکم نے اسکو شیخین کی شرط پر صحیح بتلایا ہے اور باب وقوف میں اس قسم کی اور بھی حدیثیں آئیں گی انشاء اللہ تعالیٰ ۔

ف۔ مسلمانو! ذرا سوچو تو کہ حج کیسی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اجاج پر عرفات میں خاص تجلی فرماتے اور خوش ہوکر ان کو اپنا بندہ فرماتے ہیں ؎

وہ اگر کہدے مجھے اپنا غلام سب سے پیارا نام ہو میرا یہی

اور ان کے دور و دراز کی مسافت طے کرنے کو فرشتوں کے سامنے جتلاتے ہیں کہ دیکھو انھوں نے میری محبت میں کیسی مشقت اٹھائی اور کیسی صورت بنائی ہے آہ! عاشق کے لیے وہ وقت کیسا مسرت و خوشی کا وقت ہے جبکہ محبوب اسکی محبت کی داد دے رہا ہو ؎

۳۱

ادائے حق محبت عنایتیست ز دوست
وگرنہ عاشق مسکین بہیچ خرسند است

چہ مبارک سحرے بود چہ فرخندہ شبے
آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند

مسلمانو! اٹھو اٹھو! حج کو چلو محبوب کے گھر کی زیارت کرو محبت کا ثبوت دو اور محبوب کی طرف سے دادِ محبت لو دیکھو وہ فرشتوں کی جماعت کے سامنے تمہاری ذاتی محبت کو کتنی قدر کے ساتھ ظاہر فرماتے اور تمکو کیسے پیارے نام سے یاد فرماتے ہیں اگر اب بھی کسی کے دل میں جوشِ محبت نہو تو وہ سُن رکھے ؎

بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد
کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد

سالہا خونِ جگر در نافہ آہو جا گرفت
مشک شد اما چہ شد خال رخ یارے نشد

کار ما آخر شد و آخر زما کارے نشد
مشت خاکِ ما غبار کوچہ یارے نشد

اے اللہ سب مسلمانوں کو حج کا شوق عطا فرما! اور مالداروں کو حج کی توفیق دے اور اپنے اِس ناچیز بندہ کی مشت خاک کو غبار کوچہ بیت اللہ و غبار کوچہ مدینۃ الرسول بنادے آمین ✣

احرام اور پکار کے لبیک کہنے کی ترغیب

(۱) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حج و عمرہ یکے بعد دیگرے کیا کرو۔ کیونکہ یہ دونوں افلاس کو اور گناہوں کو ایسا دور کردیتے ہیں جیسا بھٹی لوہے اور چاندی سونے کے میل کو دور کردیتی ہے اور پاکیزہ حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں اور جو مسلمان دن بھر احرام کی حالت میں رہے آفتاب اُس کے گناہوں کو (اپنے ساتھ) لیکر ڈوب جاتا ہے (ترمذی) اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح بتلایا ہے اور ترمذی کے بعض نسخوں میں "اور جو مسلمان" سے اخیر تک کا مضمون نہیں اور نسائی و صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے

(باقی آئندہ)

۳۱

مگر میں تو یہ کو نہیں توڑوں گا۔ چند روز میں دست بند ہو گئے جب بالکل تندرست ہو گیا
تو مولانا کے پاس آیا آکر سلام کیا مولانا نے پوچھا بھائی کون ہو کہنے لگا میں ہوں
افیم والا۔ اور دو روپے نکالکر مولانا کو دیے اور کہا کہ مولوی جی یہ افیم کے روپے ہیں
مولانا نے فرمایا کہ بھائی افیم کے روپیہ کیسے۔ کہنے لگا کہ میں دو روپے مہینے کی افیم
کہاتا تہا جب میں نے چھوڑ دی تو نفس بہت خوش ہوا کہ دو روپے ماہوار بچے
میں نے نفس سے کہا کہ یہ دو روپے تجھے تو ہرگز نہ دوں گا میں اپنے پیر کو
دوں گا۔ دیکھئے اس شخص نے دین کو کس قدر خالص کیا کہ وہ دو روپے بہی
اپنے پاس نہیں رکہے خیر یہ تو درمیان میں ایک بات آگئی تہی مقصود یہ ہے
کہ ہمت وہ چیز ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے اگر ہمت کیجائے تو بری نگاہ کا
چھوڑ دینا کیا مشکل ہے مگر افسوس ہے کہ لوگ اسکو ایسا ہلکا جانتے ہیں
کہ جیسے حلال ہی سمجھتے ہیں حالانکہ حلال سمجھنا گناہ کا قریب کفر کے ہے مگر لوگ
کچھ خیال میں نہیں لاتے اور سمجھتے ہیں کہ دیکھ لینے میں حرج کیا ہے اور بے باک
شاعر نے تو اسکو ایک مثال میں بیان کیا ہے ؎

نگاہ پاک لازم ہو بشر کو روئے جاناں پر | خطا کیا ہو گئی گر کہدیا قرآن کو قرآں پر

اس میں ایک تو یہ کھلا دھوکا ہے کہ ناپاک نظر کو پاک سمجھا دوسرے اگر پاک ہی مان
لیا جائے تو خوب سمجھ لو کہ شیطان اول اول تو اچھی نیت سے دکھلاتا ہے۔ چند روز کے
بعد جب عادت پڑ جاتی ہے اور محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو پہر نگاہ کو ناپاک کر دیتا ہے
تو بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ محبت ہی نہ کرو۔ اور محبت ہوتی ہے نظر سے بس نظر ہی
نہ کرو۔ شاید حدیث میں ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مِّنْ سِہَامِ
ابلیس کہ نظر ایک تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے۔ اور تیر بہی ایسا ہے
کہ اس کے زخم کا نشان بہی معلوم نہیں ہوتا اور دل کے اندر اترتا چلا جاتا ہے
یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اس کا اثر پیدا ہونے کے بعد بہی مدت تک یہ نہیں معلوم
ہوتا کہ ہمکو تعلق ہو گیا۔ بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اوسوقت دل میں

بد نگاہی کو حلال سمجھنا قریب کفر کے ہے

۱۳

بد نظری کا علاج

ایک جلن سی پیدا ہوتی ہے اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ محبت ہوگئی ہے اورجسقدر
یہ جلن بڑھتی ہے اُسیقدر خدا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے اور اس سے خدا تعالے
کو بہت غیرت آتی ہے۔ اور کیوں نہ آئے جب دنیا کے محبوبوں کو غیرت
آتی ہے۔ مثنوی میں مولانا روم نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص
ایک عورت کے پیچھے چلا اوس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے
کہنے لگا کہ میں تجھپر عاشق ہوگیا ہوں اس نے کہا میرے پیچھے پیچھے میری
بہن چلی آرہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے ہوس ناک تو تھا ہی
فوراً پیچھے لوٹا جب یہ لوٹنے لگا تو اوس نے ایک دھول اس کے رسید کی
اور کہا کہ مردود اگر تو عاشق تھا تو غیر و پر کیوں نظر کی۔ محبت تو وہ چیز ہے
کہ اگر تمام دنیا ہی حسینوں سے بھر جائے تو یہ محبوب کو چھوڑ کر اُدھر متوجہ نہ ہو حضرت
مولانا گنگوہی فرمانے لگے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنیدؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ
دونوں ہوں تو ہم حضرت جنید کی طرف توجہ بھی کریں گے۔ ہاں حضرت حاجی
صاحب اونکو دیکھیں اون سے فیض حاصل کریں۔ لیکن ہمیں جو کچھ حاصل کرنا
ہوگا ہم حاجی صاحب ہی سے حاصل کریں گے سو محبت تو ایسی چیز ہے۔ یہ کیسی محبت ہے
کہ دعویٰ خدا کی محبت کا اور لڑکوں سے تعلق۔ یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہوسکتی
ہیں۔ پھر لڑکوں سے بھی تعلق عشق کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ پیٹ بھر کر روٹی ملتی ہے
یہ اوس کا فساد ہے اگر چار دن کھانے کو نہ ملے تو سب عاشقی بھول جائیں۔ تو یہ نفس
کی شرارت ہے عشق نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ عشق اونہیں کو ہوتا ہے جن کو
فرصت اور فراغت ہے۔ ورنہ جو لوگ کسی کام میں مشغول ہیں اون کو کبھی ایسی شرارت
نہیں سوجھتی جیسے کاشتکار اور مزدوری لوگ ہیں۔ اِس واسطے اوس کا علاج
بھی یہی ہے کہ اپنے کو کسی ایسے کام میں لگادو جس میں کھپ جاؤ۔ اگر دین کا نہو تو
دنیا ہی کا کوئی جائز کام کرو حکیموں نے بھی اِس مرض کے متعلق یہی لکھا ہے کہ
یعرض للبطالین کہ یہ مرض نہالی اور نکمے لوگوں کو ہوتا ہے۔ افسوس ہے خدا تعالیٰ نے

فراغت اور فرصت اسلئے دی تھی کہ دین کا کام کریں مگر زیادہ ایسے ہی لوگ محروم رہے
فراغت اور فرصت خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے مگر افسوس ہے کہ ہم قدر نہیں کرتے
اور اس بیکاری میں اپنے پیچھے یہ علتیں لگا لیتے ہیں اور زیادہ افسوس یہ ہے
کہ میں نے بعض درویشوں کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس ایک ایک لڑکا پلا ہوا ہے
اور کہتے ہیں کہ ان کے حسن و جمال میں خدا کے حسن کا جلوہ ہے شیخ سعدی رح
نے لکھا ہے کہ بقراط حکیم نے ایک شخص کو ناچتے ہوئے دیکھا پوچھا اسکو
کیا ہوا۔ معلوم ہوا کہ کسی خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر بیخود ہو گیا کہ اس میں
جلوۂ حق نظر آیا۔ کہنے لگا یہ کیا بات ہے کہ اسکو لڑکے کے اندر تو جلوۂ حق
نظر آیا۔ میرے اندر کبھی نظر نہیں آیا۔ یہ تو بقراط کا قول ہے اس کا جاہے اعتبار نہ کرو
لیکن شیخ سعدی رح کی بات کا تو اعتبار کرو گے وہ اس سے آگے لکھتے ہیں ؎

محقق ہماں بیند اندر ابل کہ در خوبرویان چین و چگل

یعنی صاحب نظر اونٹ کے اندر بھی وہی جلوۂ حق دیکھتا ہے جو حسینوں میں نظر آتا
ہے۔ ایک بزرگ تھے۔ پنجاب میں انکی بابت ایک دوست بیان کرتے تھے کہ انکی
یہ حالت تھی کہ جب کوئی خوبصورت مکان دیکھتے تو وجد کرنے لگتے اور یہ حالت
تھی کہ اون کے سامنے کوئی کواڑ نہ کھول سکتا اوسکی آواز سے آپکو حال آجاتا تھا
اسیطرح پنکھے کی آواز سے بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی اس واسطے کوئی اون کو پنکھا
نہ جھل سکتا تھا تو ایسا شخص اگر کسی حسین آدمی کو بھی دیکھ کر وجد کرنے لگے تو یہ
اسکی ایک حالت ہے اور جسکو اور چیزوں میں تو جلوۂ حق نظر نہ آوے اور حسین
لڑکوں میں جلوۂ حق نظر آوے تو یہ صرت بدمعاشی ہے اور یہ ایسا مرض ہے
کہ ان درویشی کا دعوی کرنے والوں میں مدت سے چلا آتا ہے مولانا روم رح
جو ساتویں صدی میں گذرے ہیں ایسوں ہی کے حق میں فرماتے ہیں۔ کہ ان
پاجیوں کے نزدیک خیانت اور لواطت کا نام درویشی رہ گیا ہے اس سے معلوم
ہوا کہ یہ بہت پرانا مرض ہے اور سب سے اول لوط علیہ السلام کی قوم میں پیدا ہوا تھا

شیطان نے ان لوگوں کی راہ ماری حدیث میں ہے کہ قوم لوط پر عذاب نازل ہوا کہ پانچ بستیوں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بازو پر اُٹھایا اور آسمان تک لیجاکر گرادیا۔ یہ دکھلادیا کہ تمہاری مت اولٹی ہوگئی تھی اسلیئے سزا بھی تمہیں اُلٹنے کی دی گئی۔ غرض کہ اول تو اصل گناہ ہی کی اسوقت کثرت ہے دوسرے اس لحاظ سے کہ جو چیزیں اوسکی ذریعہ اور وسیلہ ہیں وہ بھی اوسی کے حکم میں ہیں جیسے لذت کے لیے باتیں کرنا۔ نظر کرنا۔ تو اس لحاظ سے شاید ہی کوئی اس گناہ سے بچا ہو۔ اسی طرح اجنبی عورت یا بے داڑھی مونچھ کے لڑکے سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے اور تو اور اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرکت ہو تو اوس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں۔ اکثر لوگ لڑکوں کو نعت کی غزلیں یاد کرادیتے ہیں یہ بھی جائز نہیں ہے۔ مسئلوں کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بے داڑھی مونچھ کا لڑکا خوبصورت ہو کہ اوسکی طرف نفس کو رغبت ہوتی ہو اوسکی امامت بھی مکروہ ہے اور نابالغ کے پیچھے تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ جب وہ امام بنکر کھڑا ہوگا تو قرآن ہی پڑھے گا مگر بلا ضرورت اسکی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ تاکہ نفس کو اسکی طرف رغبت نہو۔ دوسرے یہ بھی وجہ ہے کہ لڑکوں کا اعتبار ہی کیا۔ عجب نہیں کہ وہ بے وضو ہی پڑھادیں۔ مجھ سے خود ایک لڑکا کہتا تھا کہ میں نے بعض مرتبہ بے وضو نماز پڑھائی اور دوسرا واقعہ سنیئے۔ دو لڑکے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ان میں ایک امام تھا دوسرا مقتدی۔ ایک نے دوسرے کے پیر میں گدگدی کری۔ خوب کہا ہے کسی نے کہ بچہ تو بچہ ہی ہے چاہے ولی کیوں نہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے خوبصورت لڑکے کی امامت کو ناجائز لکھا ہے جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو مسجد میں آنے سے منع کیا ہے۔ البتہ بوڑھی کے لیئے ہمارے امام صاحب نے تو نہیں لیکن اور اماموں نے اجازت دی ہے کہ اوس میں فتنہ نہیں ہے مگر یہ اونہوں نے اپنے زمانہ کی حالت دیکھکر اجازت دی تھی۔ آج تو ایسی گندی طبیعتیں ہوگئی ہیں کہ اسکو بالکل ناجائز کہا جائیگا۔

اگرچہ بڑھیا ہی ہو۔ ایک بادشاہ کی حکایت سنی ہے کہ اوس کے سامنے سے ایک بیوہ عورت
نکلی جو کہ بے انتہا بدصورت تھی اور ایسے برے کپڑوں میں کہ دیکھہ کر گھن آتی تھی مگر حمل سے
تھی۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ پتہ چلاؤ کہ یہ حمل کس کا ہے۔ اس عورت کی طرف کس کو
رغبت ہوئی ہوگی وزیر تحقیقات کرتے کرتے پریشان ہوگیا مگر پتہ نہ چلا۔ بادشاہ کی خفگی
بڑھنے لگی۔ ایک روز وزیر اس پریشانی میں کسی سڑک پر گذر رہا تھا کہ ایک شخص کو جو نہایت
تکلف کا لباس پہنے ہوئے ہو دیکھا کہ ایک گندہ پرنالے کے نیچے جس میں پیشاب
وغیرہ گرتا تھا۔ ایک دوات لئے ہوئے کھڑا اوس میں پانی ڈال رہا ہے۔ بڑی حیرت ہوئی۔
اور اوسکو پکڑ لیا پوچھہ گچھہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان ہی صاحب کا اوس عورت کو
حمل تھا۔ پس اس زمانہ میں بڑھیوں کو بھی اجازت دینے کی گنجایش نہیں ہے سب ہی
کو روکنا چاہیئے۔ غرض کہ جب دین کے پیشواؤں نے شہوت کے ساتھ قرآن سننا
بھی گوارا نہیں کیا تو غزلیات پڑھانے سننے کی اجازت کب ہوسکتی ہے
افسوس ہے کہ شرع سے بے پروائی کیوجہ سے اب ان باتوں کا ذرا خیال نہیں
کیا جاتا۔ بہت سے واعظ جہاں عورتیں جمع ہوتی ہیں خوش آوازی سے شعر
پڑھتے ہیں یہ بالکل ہی دین کی مصلحت کے خلاف ہے۔ میں خدا کا شکر ہے
جہاں عورتیں ہوتی ہیں بہت زیادہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام کو عورتوں کے سامنے شعر پڑھنے سے روکدیا
حالانکہ وہ اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے پڑھتا تھا اور فرمایا کہ رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَۃُ
لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ کہ اے انجشہ رہنے دے شیشیوں کو مت توڑ ڈال۔
شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں مطلب یہ کہ عورتوں کا دل بہت نرم ہوتا ہے
ایسا نہو کہ خوش آوازی سے اون کے دل میں کوئی فساد آجائے تو جب اس
زمانہ میں کہ سب پر دینداری کا غلبہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اجازت
نہیں دی تو آج کسکو اجازت ہوسکتی ہے خاصکر جب کہ خود عورتیں یا لڑکے ہی پڑھنے
والے ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس گناہ کو طاعون میں خاص دخل ہے اور اسکی

۱۷

وجہ سے طاعون زیادہ ہوتا ہے باقی ناراضی تو ہر گناہ سے ہوتی ہے اور یہ گناہ ہی اصلی سبب ہیں
طاعون کا تو جہاں طاعون آیا ہو سمجھ لیجئے کہ اسی سبب کی وجہ سے آیا ہے اب دوسری
جگہ کے طاعون کی خبر سنکر اوس سبب کو معلوم کرکے یہ دیکھئے کہ وہ سبب ہمارے اندر ہے
یا نہیں اگر ہے تو اوسکو چھوڑنا چاہئے یعنی ہیں دوسروں سے عبرت حاصل کرنیکے
یس دوسروں میں طاعون کو دیکھکر اون سے عبرت پکڑو اور گناہوں سے توبہ کرو اور
کچھ طاعون کی خصوصیت نہیں بلکہ جو مصیبت بھی آئے اوسکو کسی گناہ کا نتیجہ سمجھا کرو اور
جب کسیکو مصیبت میں دیکھو اس سے عبرت حاصل کیا کرو۔ اسی طرح جب کوئی مرجائے
تو سوچو کہ ہمارے لیے بھی یہ دن آنے والا ہے مگر اسوقت کچھ ایسی غفلت بڑھی ہے
کہ مردے کو دیکھکر بھی ہماری حالت ذرا نہیں بدلتی۔ میں خود اپنی حالت بیان
کرتا ہوں کہ اول اول تو مردے کو دیکھکر ایک عبرت سی ہوتی تھی۔ مگر اب تو عادت
سی ہوگئی ہے۔ حالانکہ آخرت کی یاد کا شرع نے یہاں تک انتظام کیا ہے کہ
جب گھوڑے پر سوار ہو تو حکم ہے کہ یہ آیت پڑھو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا
وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ یعنی خدا کا فضل ہے کہ
اوس نے اس جانور کو ہمارے لیے تابعدار اور ہموار بنادیا ورنہ اوس کا تابع کرنا ہماری
طاقت سے باہر تھا اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ تو اول خدا تعالیٰ
کی نعمت کا شکر ہے اور پھر اون کے پاس لوٹنے کا ذکر ہے ظاہر میں ان دونوں
باتوں کے اندر کچھ جوڑ نہیں معلوم ہوتا مگر غور سے دیکھو تو یہ اس طرف اشارہ
ہے کہ اے انسانو تم اس جانور پر سوار ہونے کے وقت ایک دوسری سواری کو بھی
یاد کرو۔ اور سمجھ لو کہ تمہیں کسی دن تختہ اور چارپائی پر بھی سوار ہونا ہے جس میں تمکو
رکھکر چار آدمی لیجائیں گے۔ اور اصل سواری وہی ہے جسپر سوار کرکے تمکو خدا
کے ہاں پہنچا دیں گے۔ تو جب جانور پر سواری لیتے وقت بھی اس کے یاد کرنیکا
حکم ہے تو مردے کو دیکھکر تو یاد کرنے کا حکم کیوں نہ ہوگا۔ اوس وقت بھی یاد
نہ کرنا بڑی سخت دلی کی بات ہے۔ اب لوگوں کی یہ حالت ہے کہ قبر پر بیٹھے ہیں اور

مصیبت کو گناہ کا نتیجہ سمجھنا

کسی کو مردہ دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہئے

مقدمے کی باتوں میں مشغول ہیں۔ اسیطرح اگر کسی کو مصیبت میں دیکھتے ہیں تو اوس سے اپنے
لیئے خوف نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اوسی تک رہے گی حالانکہ سمجھنا چاہیئے کہ اوسپر
یہ مصیبت کیوں آئی۔ ظاہر ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آئی تو ہم کو بھی گناہوں سے
بچنا چاہیے۔ اسی لیئے حدیث میں ہے کہ جب کسی کو مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھو تو
کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ
خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ یعنے خدا کا شکر ہے کہ اوس نے مجکو اِس مرض سے بچائے رکھا
جس میں تجکو گرفتار کیا ہے تو اسمیں بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سبب مصیبت
کا گناہ ہے۔ اور اس گناہ کیوجہ سے تمہارا پکڑا جانا بھی قریب تہا۔ اسپر شکر کرو کہ تمہیں نہیں
پکڑا۔ لیکن یہ دعا آہستہ پڑھے کہ مصیبت زدہ کی دلشکنی نہو جیسا دوسری حدیث
میں فرماتے ہیں کہ اپنے بہائی کی مصیبت پر خوشی نہ ظاہر کرو۔ بعض لوگ دوسرے
کی مصیبت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کرتے ہیں حالانکہ اونکو ڈرنا چاہیے کیونکہ
مصیبت کا سبب تو ہم میں بھی موجود ہے ہمارے گناہ کیا کم ہیں کہیں ایسا نہو

19

کہ ہم خود بھی مصیبت میں پھنس جائیں۔ بعض لوگ وہ ہیں کہ دوسرے کی مصیبت
پر افسوس تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی طعن بھی کر دیتے ہیں کہ یہ اسی قابل تہا اسکی
بابت حدیث میں ہے کہ دوسروں کی مصیبت پر ہنسو مت ورنہ اوس کے بدلہ تم
مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مانگنے والا تمہارے دروازے
پر آئے تو اسی شکر میں اوسے دیدو کہ تم مانگنے نہیں گئے۔ اسی طرح مصیبت زدہ
کو دیکھ کر بھی شکر اسی وجہ سے کرو کہ شاید ہم ہی اپنے ہی گناہوں کے سبب اس
حالت کو پہونچ جاتے اسی قسم کی ایک عجیب حکایت گلستاں میں لکھی ہے کہ ایک شخص
اپنی بیوی کے پاس بیٹھا کھانا کھا رہا تہا اس وقت ایک فقیر مانگنے آیا اس نے فقیر
کو جھڑک دیا۔ اتفاق سے کچھ ایسی حالت پلٹی کہ یہ شخص بالکل تباہ اور برباد ہو گیا۔
یہانتک کہ جب بیوی کو روٹی کپڑا نہ دے سکا تو اوسکو بھی طلاق دیدی
اور اس نے کسی اور مالدار سے نکاح کر لیا اتفاق سے اس مالدار کے دروازے پر

کوئی شخص مانگنے آیا اس شخص نے بیوی کو کہا کہ اوسکو بھیک دیدے آ دیکھو دروازے پر گئی تو وہاں سے روتی ہوئی لوٹی شوہر نے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ فقیر میرا پہلا شوہر تھا پہلے یہ بہت مالدار تھا مگر ایک مرتبہ اسنے ایک فقیر کو سوال کرنے پر جھڑک دیا تھا اوسوقت سے یہ تباہ ہوگیا اور اس حال کو پہونچ گیا۔ اوس دوسرے شوہر نے کہا کہ وہ فقیر جسے اوس نے جھڑکا تھا میں ہی ہوں۔ خدا تعالیٰ نے اوسیکا یہ بدل دیا کہ اوس سے چھینکر مجھکو مال بھی دیا اور اسکی بیوی بھی دیدی تو خدا تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے پس دوسروں سے عبرت حاصل کرو۔ اور عبرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جسکو کسی مصیبت میں دیکھو ڈرو شرع نے ہر جگہ ہمکو یہ بات یاد دلائی ہے مگر ہم بے فکر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے کو گناہ سے جو اوس کا سبب ہے بری سمجھتے ہیں۔ اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ہمکو طاعون۔ یا اور کوئی مصیبت کس طرح آسکتی ہے ہمارے پاس تو تعویذ گنڈے موجود ہیں۔ صاحبو جسوقت کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو تعویذ گنڈے وغیرہ سب بیکار ہوجاتے ہیں۔ یہ چیزیں اون کے حکم کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں قرآن میں فرماتے ہیں کہ اے عیسائیوں بتلاؤ کہ کسکو قدرت ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں آسکے اگر وہ حضرت عیسیٰؑ اور اونکی ماں اور تمام مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے کیا انتہا ہے قدرت کا کہ کوئی بھی اوس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ وہ جسپر جو چاہے تصرف کرے جب یہ ہے تو یہ فقیر درویش جن کے تعویذوں پر آپکو ناز ہے وہ تو کیا چیز ہیں۔ پس اون کے تعویذوں پر ناز اور بھروسہ کرنا سب بیجا ہے۔ البتہ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خدا کو راضی رکھو اور اون کے حکم پر عمل کرو خاصکر نمازیں بہت جلد شروع کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نماز پڑھنے سے کوئی مریگا نہیں۔ مرے گا تو ضرور لیکن اطاعت کا فائدہ یہ ہوگا کہ مصیبت میں پریشانی نہوگی۔ یہ میں اسلیے کہہ رہا ہوں کہ بعض کو یہ شبہ ہوا کرتا ہے کہ مصیبت کے نازل ہونے کا اصلی سبب تو گنہگار ہیں مگر مصیبت آتی ہے سب پر تو پھر اطاعت بیکار ہے اوس سے کیا فائدہ تو اب یہ شبہ جاتا رہا کیونکہ اطاعت سے فائدہ یہ ہوا

ہماری غفلت ظاہری اسباب پر نظر ہونا

تقدیر کے مقابلہ میں اسباب ظاہری کو دخل نہیں

(باقی آیندہ)

منشا کے موافق ہوتا ہو۔ ندیاں اوسکی مرضی کے موافق بہتی ہوں۔ ستارے اوسی طرح چلتے ہوں جس طرح وہ چاہتا ہے حیات و موت جس کے دو پیادے ہوں کہ اسکی منشا کے موافق کام کرتے ہوں وہ جہاں چاہے غم بھیجدے اور جہاں چاہے خوشی عنایت کرے۔ رستہ چلنے والے بھی اوسکی مرضی کے موافق چلتے ہوں اور نہ چلنے والے بھی اوسی کے پھندے میں ہوں اوس حاکم کی رضا و حکم کے بغیر کوئی دانت منہ میں نہ ہل سکتا ہو اور اوسکی رضامندی کے بغیر کوئی پتا نہ گرتا ہو۔ اور اوسکے فیصلہ کے بغیر کوئی موت واقع نہ ہوتی ہو۔ اوسکی خواہش کے بغیر ثریا سے ثرےٰ تک اور عالم بھر میں کوئی رگ حرکت نہ کرتی ہو۔ یہ سنکر بہلول علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور نے بہت بجا فرمایا اور حضور کی شان اور چہرہ ہی سے یہ بات ثابت ہے بلکہ اِس سے سوگنا زیادہ ظاہر ہے لیکن میں اپنے قصور فہم سے اسکا مطلب نہیں سمجھا براہ مہربانی اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرما دیجئے اور تشریح ایسی ہو کہ ایک قابل آدمی اور ناقابل دونوں اوسکو سنکر مان لیں۔ اور ایسی شرح فرمایئے کہ اوس سے عوام کو بھی فائدہ پہونچے۔ قادر کلام شخص ایک ایسے مہمان نواز سے مشابہ ہے جس کے دسترخوان پر ہر قسم کا کھانا ہو کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے بلکہ ہر ایک کو اوس کی غذا ملجائے جیسے قرآن کہ سات طبقے رکھتا ہے کہ خاص و عام سب کو اوس سے اون کی لیاقت و استعداد کے موافق غذا ملتی ہے عوام اپنے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اور خواص اپنے فہم کے موافق۔ اون بزرگ نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ تو سب کو تسلیم ہے کہ تمام عالم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ کوئی پتا اوسکے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جب تک حق سبحانہ حلق میں جانیکا حکم نہ دیں لقمہ اوس میں نہیں جاسکتا۔ میلان اور رغبت جو کہ آدمی کے لئے بمنزلہ باگ کے ہیں اونکی حرکات اوسی کے تابع ہیں اور اون کی حرکات و سکون سب اُسی کے حکم سے ہیں۔ زمین و آسمان میں ذرہ بھی پر ہلاتا ہے اور کوئی حرکت کرتا ہے

تو اوس کے حکم نافذ و قدیم سے کرتا ہے یہ اجمال ہے جسکی تفصیل ہم نہیں کر سکتے
اور تفصیل کے لئے جلدی اچھی بھی نہیں کیونکہ کون ہے جو درختوں کے سب پتے
گن سکتا ہے۔ جب درختوں کے پتے باوجود متناہی ہونے کے کوئی نہیں
گن سکتا تو غیر متناہی تفصیل اور گفتگو میں کب سما سکتا ہے۔ پس خلاصہ کے
طور پر اتنا سمجھ لو۔ کہ تمام کام بامر حق سبحانہ ہوتے ہیں جب یہ امر ممہد ہو گیا
تو اب سمجھو کہ جب رضائے حق پر بندہ راضی ہو گیا۔ اور اوس کا حکم ہی
اوس کا مطلوب ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ بدون تکلف کے ہوا نہ تو تصنع سے
نہ اجر و ثواب کے لیئے بلکہ اوس کی طبیعت ہی اس طور پر واقع ہوئی
ہے وہ نہ اپنے لئے اپنی زندگی چاہتا ہے اور نہ زندگی کے مزہ دار ہونے
کی وجہ سے۔ بلکہ جدھر امر قدیم حق سبحانہ نافذ ہوا خواہ موت ہو یا حیات وہی
اوسکو بھی پسند ہے۔ اور موت و حیات اُسکے نزدیک دونوں برابر ہیں وہ جیتا ہے
تو خدا کے لئے نہ کہ خزانہ جمع کرنے کے لیئے اور مرتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ رنج اور
خوف سے۔ اوس کا ایمان بھی محض اوسکی رضامندی کے لئے ہے نہ جنت
کے لئے نہ پھلوں کے لیئے نہ نہروں کے لئے۔ اور کفر کو جو چھوڑتا ہے تو وہ
بھی خدا کے لئے نہ کہ اس خوف سے کہ دوزخ میں جائیگا۔ اور یہ بات اوسکی
جبلی ہے نہ مجاہدوں سے حاصل ہوئی نہ کسب سے وہ ہنستا ہے تو اوسی وقت جبکہ
وہ رضائے حق دیکھتا ہے اور قضائے الٰہی اوسکو یوں ہی مرغوب ہے جیسے حلوا
پس جس بندہ کی یہ خصلت اور عادت ہو تو بتلاؤ کیا عالم کا کاروبار اوس کے
حکم کے موافق نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ جب یہ قصہ تم کو معلوم ہو گیا تو اب
سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ کیوں گڑگڑائیں اور کیوں دعا کریں کہ
اے اللہ اس قضا کو بدل دے ایسے لوگوں کے لئے تو اون کا مرنا اور اون کی
اولاد کا مرنا دونوں خدا کے لیئے ہیں اور یوں مرغوب ہیں جیسے حلوا کھانا۔ اوس
بظاہر بیوفا کے نزدیک بچوں کا دم توڑنا یوں ہی لذیذ ہے جیسے کسی محتاج

۲۷

بڈھے کے سامنے میوے پس ایسا شخص رد قضا کی دعا کیوں کرے۔ ہاں لیکن اوسوقت جبکہ دعامیں حق سبحانہ کی رضامندی دیکھے اور یہ خیال کرے کہ دعا بھی ایک مطلوب خداوندی ہے تو وہ اس حیثیت سے دعا کرتا ہے نہ کہ اپنی غرض سے۔ وہ مہتدی شفاعت و دعا کرتا ہے مگر اپنے رحم کی بنا پر نہیں کرتا۔ اپنے رحم کو تو اوس نے اوسی وقت آگ لگادی تھی جبکہ عشق خداوندی کا چراغ جلایا تھا عشق حق اوس کے اوصاف کے لیئے ایک دوزخ ہے جس نے اوس کے تمام صفات کو بھسم کردیا ہے ہر سالک کو یہ فرق معلوم نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اپنی غرض سے دعا اچھی نہیں اور خدا کے لیے اچھی ہے۔ مثلاً دقوقی ہی ہیں کہ وہ اُس دولت کو حاصل نہیں کرسکے

ف جاننا چاہیئے چونکہ ہر طروقی این فروقی کے شناخت الخ حل طلب شعر تھا اسلئے اوسکی پوری تفصیل کیجاتی ہے۔ **قولہ**

ہر طروقے این فروقے کے شناخت — چون دقوقے کودرین دولت نتاخت

اس شعر میں مصرع ثانی میں تین نسخے ہیں (۱) چون دقوقے کو درین دولت بتاخت (۲) چون دقیقے کو درین دولت نتافت (۳) جز دقوقے کو درین دولت بتاخت یا جز دقوقی کو درین دولت نتاخت۔ ان نسخوں میں نسخہ ثانیہ صحیح ہے۔ اور مطلب شعر یہ ہے کہ ہر راہ رو ایسے فرقوں سے کہ اپنی طرف سے دعا کرنا ناپسند ہے اور طلب حق سبحانہ کے وقت پسند واقف نہیں۔ مثلاً دقوقی ہیں کہ باایں ہمہ عظمت اس فرق کو نہ پہچان سکے۔ اور غلبۂ رحم طبعی سے دعا کر بیٹھے۔ اسکی صحت کے قرائن حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مولانا نے اولاً فرمایا ہے ؎

مرگ او و مرگ فرزندان او — بہر حق پیشش چو حلوا در گلو

نزع فرزندان برآن بے وفا — چو قطائف پیش شیخ بے نوا

رحم خود را او ہماندم سوختہ است — کہ چراغ عشق حق افروختہ است

بعد ازان قصۂ دقوقی میں دعائے دقوقی کے متعلق فرمایا ہے ؎

۲۷۱

چون دقوقی آن قیامت را بدید رحم او جوشید و اشک او دوید

گفت یارب منگر اندر فعل شان دست شان گیر اے شہ نیکو نشان

الخ ہر دو کے مقابلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ماسبق میں دقوقی پر تعریض ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رحم کو جلا دیا ہے۔ اس لیے وہ دقوقی کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اہل کشتی پر رحم کہایا تہا۔ نیز وہ خود اپنے اور اپنے اولاد کے مرنے سے بہی خوش ہیں اور دقوقی کو اغیار کے بہی مرنے کا غم ہے اونکو اپنی اولاد کو نزع میں دیکھہ کر بہی کچہہ خیال نہیں ہوتا اور دقوقی اہل کشتی کو نزع میں دیکھہ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

(۳) مولانا نے اولاً دقوقی اور اونکی دعا کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے

اشک مے رفت از دو چشمش و ان دعا بیخود از وے مے بر آمد بر سما

آن دعائے بیخودان خود دیگرست آن دعا زو نیست گفت داور ست

آن دعا حق میکند چون او فناست آن دعا و آن اجابت از خداست الخ

لیکن باانہمہ اعتراض معترضین کو بدین الفاظ نقل فرمایا ہے

او فضولے بودہ است از انقباض کرد بر مختار مطلق اعتراض

اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد اون کا غائب ہو جانا اور دقوقی کا اون کو نہ پہچان سکنا اور افسوس کر کے رہ جانا۔ بیان فرمایا۔ اس کے بعد مولانا نے اونکی جستجو کی دقوقی کو بدین الفاظ ترغیب دی ہے

اے دقوقی با دو چشم ہمچو جو ہین مبر امید و ایشان را بجو

ہین بجو کہ رکن دولت جستن ست ہر کشادے در دل اندر بستن است

یہ واقعات بصورت جہوری ندا دے رہے ہیں کہ دقوقی کی دعا از خود تہی اور وہ اس فریق میں سے نہے جو مثبت دعا ہیں۔ اور ان کا رتبہ منکرین دعا سے اتنا کم تہا کہ وہ اونکو پہچان نہ سکے اور اونکو ضرورت تہی کہ وہ ایسے لوگوں کو طلب کریں۔ اور ان سے مستفیض ہو کر کاملیت ہے کملیت پر پہونچیں

(باقی آیندہ)

۲۷

لان من جملة العفاف انه
يفضح المحبوب
وهو الكتمان
وان لا يشكو
ولا يجزع
وهو الصبر وما في
القاموس عف كف
عما لا يحل
ولا يجمل صريح
في عموم معنى
العفاف

الحديث من لبس ثوب
شهرة البسه الله ثوب ذل
او مذلة يوم القيمة
احمد وابوداؤد وابن ماجة
بسند حسن عن ابن عمر
مرفوعا الى ان قال والديلمي
في مسنده عن انس رفعه من
لبس الصوف ليعرفه الناس كان
حقا على الله

کیونکہ منجملہ عفاف یہ بھی ہے کہ محبوب کو رسوا
نہ کریو (جیسا حدیث میں منجملہ حقوق عباد کے
اعراض یعنی دوسرونکی آبرو کی حفاظت کو
بھی فرمایا ہی) اور کتمان یہی ہی اور (نیز منجملہ
عفاف) یہ بھی ہے کہ شکایت (تکلیف
کی) نکرے اور جزع فزع نکرے اور صبر یہی ہے
(اور یہ بے صبری بھی ناجائز اور عفاف
کے خلاف ہے) اور (عفت کے معنی میں)
قاموس کا قول کہ عفت کے معنی ہیں باز رہنے کے
بات سے کہ جو حلال نہیں اور زیبا نہیں
صریح ہے عفاف کے معنی کے عام ہونے
میں (جس کا اوپر تقریر میں دعوی کیا گیا)

حدیث۔ جو شخص شہرت کا لباس پہنے
اللہ تعالی اوسکو قیامت کے دن ذلت کا لباس
پہناویں گے روایت کیا اسکو احمد اور ابوداود
اور ابن ماجہ نے سند حسن کیساتھ ابن عمر سے
مرفوعاً آگے کہا ہے (یعنی صاحب مقاصد نے)
اور دیلمی کے نزدیک اونکی مسند میں حضرت
انس سے مرفوعاً یہ ہے کہ جو شخص صوف کا
لباس اس غرض سے پہنے کہ لوگ اوسکو
(صوفی کی صفت سے) پہچانیں اللہ تعالی

ان یکسوہ ثوبین
من جرب حتی
تتساقط عروقہ

ف دل علی ذم
الریاء وکونہ من
مسائل الفن معلوم
والشہرۃ تعم
رفعۃ الدنیا ورفعۃ
الدین والروایۃ
الثانیۃ صریحۃ فی
رفعۃ الدین و
الریاء فی الدین
اشنع منہ فی الدنیا
لان المرائی فی
الدنیا جعل الدنیا
ذریعۃ الی الدنیا
والمرائی فی الدین جعل
الدین وسیلۃ الی الدنیا
وکونہ اشنع واقبح
اظہر واوضح

الحدیث من لم یشکر الناس

ذمہ لیا ہی کہ اوسکو (قیامت میں) دو کپڑے
خارش کے پہنا دیگا یہاں تک کہ اوسکی
رگیں (گل کر) گر پڑیں گی۔

ف یہ حدیث ریاء کے مذموم ہونے پر
دلالت کرتی ہی اور اِس کا مسائل سلوک
سے ہونا معروف ہی اور شہرت (جس کا ذکر
حدیث میں ہی) عام ہی دنیا کی رفعت کو بہی
اور دین کی رفعت کو بہی (جس قسم کی بڑائی
کی بہی نیت ہوگی اوس کے لیے یہی وعید ہے)
اور دوسری روایت (جس میں صوف پہننے
کا ذکر ہی) رفعۃ دین میں صریح ہے (کیونکہ
صوف پہننے سے بجز صوفی مشہور ہونے
کے کیا نیت ہوگی) اور دین میں ریار
کرنا دنیا میں ریاء کرنے سے بہی زیادہ
شنیع ہے کیونکہ امور دنیویہ میں ریار
کرنے والا دنیا کو دنیا کا ذریعہ بناتا ہی
اور امور دینیہ میں ریا کرنے والا دین کو
وسیلہ دنیا کا بناتا ہی اور اس کا شنیع تر
اور قبیح تر ہونا زیادہ ظاہر اور زیادہ
واضح ہے۔

حدیث ۔ جو شخص آدمیوں کے احسان کا

لم یشکر اللہ الترمذی وحسنہ

الحارث عن ابی سعید یہ

مرفوعًا **ف** ولما کان الشکر

بقدر المنعمة ولا نعمة

اعظم من الارشاد الی

ما یتقرب بہ الی اللہ

تعالٰی کان شکر صاحب

ھذا الارشاد اعظم

من کل منعم ومعرفة

حقوق المرشدین کانھا

من طبائع المسترشدین

وکون الشریعة

کالطبیعة من اقصے

الکمالات فاعرف

فضل القوم +

الحدیث المؤمن مرأة المؤمن

ابو داؤد عن ابی ھریرة یہ

مرفوعًا وھو عند العسکری

من اوجہ عن ابی ھریرة لفظہ

فی بعضھا ان احدکم مرأة

اخیہ فاذا رای شیئًا

حق ادا نہیں کرتا۔ اوس نے حق تعالےٰ

کے احسان کا حق ادا نہیں کیا۔ روایت کیا

اسکو ترمذی نے اور اسکو حسن کہا اور حارث

نے بھی ابو سعید سے مرفوعًا **ف** اور

چونکہ شکر باندازہ نعمت ہوتا ہے اور کوئی

نعمت ذرائع قرب الی اللہ کی رہنمائی سے

بڑھکر نہیں تو جو شخص ایسی رہنمائی کرے

اوس کا احسان ماننا ہر منعم سے اعظم ہوگا

(اور ایسا رہنما پیر ہے تو پیر کا حق

بہت بڑا ہوا) اور مرشدوں کے حقوق

کا پہچاننا مریدوں کا مثل امر طبعی کے

ہوگیا ہے۔ اور شریعت کا طبیعت

بنجانا یہ انتہائی کمال ہے۔ اِس سے

اِس جماعت (صوفیہ) کی فضیلت

سمجھ لو۔

حدیث۔ مومن آئینہ ہے مومن کا۔ روایت

کیا اسکو ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے مرفوعًا

اور یہ حدیث عسکری کے نزدیک کئی طریق

سے ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ بعض روایات میں

یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کا

آئینہ ہے۔ سو جب اوسمیں کوئی بات (عیب کی)

فليمطه **ف** فيه ادب
الاطلاع على عورة
اخيه من الاظهار
عليه والستر
عن غيره

الحديث عن سهل بن سعد
الساعدي مرفوعا نية المؤمن
خير من عمله اخرجه الطبراني

ف هذا مما تتقوى به
قلوب المريدين اذا فاتهم عمل
بعد العزم فيلحقهم قلق شديد
فيعالج حزنهم بهذا ولولاه
كاد ان يهلكوا كما قيل ؎
بر دل سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغ دل خلالے کم بود
وكون النية خيرا
من العمل لما في المقاصد من
ان النية لا رياء فيها والعمل
يخالطه الرياء او لانه
ينوي عملا كثيرا ولا يقع
العمل الا القليل

دیکھے اوسکو (آئینہ کی طرح) دور کردے

ف۔ اسمیں اپنے بھائی کے عیب پر
مطلع ہونیکا ادب (بتلایا گیا ہے) کہ صاحب
عیب کو تو بتلادے اور کسی پر ظاہر نہ
کرے (جیسے آئینہ کی یہی شان ہے)

حدیث۔ سہل بن سعد ساعدی سے
مرفوعاً روایت ہے کہ مومن کی نیت اوسکے
عمل سے بہتر ہے **ف**۔ یہ وہ مضمون ہے
جس سے مریدین کے قلب کو ڈھارس ہوتی
ہے جب اون کا کوئی معمول باوجود
عزم کے فوت ہوجاتا ہے اور اوسوقت
اونکو قلق شدید لاحق ہوتا ہے سو اونکے
غم کا اس سے علاج کیا جاتا ہے اور اگر
یہ حدیث نہ ہوتی تو وہ ہلاکت کے قریب
پہونچ جاتے جیسا کہا گیا ہے ؎
بر دل سالک ہزاراں غم بود +
گر ز باغ دل خلالے کم بود +
اور عمل سے نیت کے بہتر ہونے کی وجہ
وہ ہے جو مقاصد میں ہے کہ نیت میں ریا نہیں اور عمل میں
ریا کی آمیزش ہوجاتی ہے یا اسلیئے ہے کہ نیت تو زیادہ
عمل کی کرتا ہے اور وقوع قلیل کا ہوتا ہے۔

(باقی آیندہ)

یعنی ہم ظاہر کو اور الفاظ کو نہیں دیکھتے اگر الفاظ لمبے چوڑے باضابطہ ہوں لیکن خشک ہوں دل کچھ نہ ہو تو حق تعالی کے نزدیک ان کا کچھ مرتبہ نہیں ہم تو دل کو اور حال کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے دکھلا دیا کہ تقوی طہارت پر کسیکو ناز نہ ہو۔ ہمارے دربار میں تقوی طہارت جبب ہی مقبول ہے جبکہ اسمیں عبدیت اور خشوع و خضوع ہو اور خشک تقوی ہمارے دربار میں قابل قدر نہیں +

(۱۲۷) موضع لوہاری میں ایک مرتبہ اسیطرح امساک باراں کی وجہ سے مسلمانوں نے استسقاکی نماز کی تیاری کی ہنبئے دیکھ کر کہتے تھے کہ اب کے تو بارش ہے ہی نہیں یہ فضول کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں نے دعا کی کہ اے اللہ ہمکو ان کے سامنے ذلیل نہ کر ابھی دعا ہی میں مشغول تھے کہ بارش شروع ہوئی وہ ہی بنئے کہنے لگے کہ یہ مسلے (مسلمان) رام جی کو بہت جلدی راجی (راضی) کر لیتے ہیں۔ پس جبکہ باوجود ہماری اتنی کوتاہیوں کے تھوڑی سی توجہ میں بھی رحمت ہو جاتی ہے تو اگر ہم اپنی پوری اصلاح کریں اور دل سے توبہ اور رجوع الی الحق کریں تو کیسے رحمت نہ ہوگی ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ... اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(۱۲۸) مثلاً آپ کسی پر عاشق ہوں اور آپ چلے جا رہے ہوں کہ پیچھے سے کسی نے ایک گھونسا بڑے زور سے ایسا رسید کیا کہ بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی پیچھے پھر کر جو دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ گھونسا مارنیوالا وہ شخص ہے جس کے دیکھنے کی برسوں سے تمنا تھی۔ اور غیبت میں جس کا نام لے کر دل کو تسلی دیا کرتا تھا جیسے ایک حکایت ہے ؎

دید مجنون را یکے صحرانورد ... در بیابانِ غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود و انگشتاں قلم ... مے نوشتے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں ... می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نام لیلی میکنم ... خاطر خود را تسلی مے کنم

جس کا نام ہی بجائے مسمی کے تھا اب وہ سامنے جلوہ افروز ہے - اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس حالت میں کیا اسکو گھونسہ کی تکلیف ہوگی اگر عشق میں سچا ہے تو یوں کہیگا کہ ایک گھونسا نہیں تم میرے دس گھونسے لگا لو مگر میرے سامنے رہو جسم کو تو اسکی تکلیف ضرور ہوگی - لیکن قلب تو یہی کہیگا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہیگا ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　　دل فدائے یار دل رنجان من -

اور یہ کیوں ہے محض اس لئے کہ محبوب کی جانب سے ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں شود

جب مخلوق کی محبت میں یہ حالت ہے تو ؎

عجب داری از سالکان طریق　　　کہ باشند در بحر معنی غریق
خوشا وقت شوریدگان غمش　　　اگر ریش بینند و گر مرہمش
گدایانے از پادشاہی نفور　　　بامیدش اندر گدائی صبور
دمادم شراب الم در کشند　　　وگر تلخ بینند دم در کشند

جبکہ تمہارا ہی جیسا آدمی جو تمہارے مثل خون اور کھال اور گوشت اور پوست سے بنا ہے تمہاری یہ حالت بنا دیتا ہے تو صاحبو! محبوب حقیقی کے عشق میں تو یہ اثر کیسے نہ ہوگا - پس کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ بعد اصلاح کے ہی ناکامی ہوتی ہے -

(۱۲۹) **حکایت** میں شاہجہانپور سے سفر کر رہا تھا - ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھے تھے ایک اسٹیشن پر ان کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضور وہ تو سنبھلتا نہیں - کہنے لگے کہ یہاں پہونچا دو یہ سنکر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کون چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھلتی - اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اسکو سنبھالیں گے - آخر چند منٹ کے بعد دیکھا کہ خادم صاحب

ایک بڑے اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور
کر رہا ہے آخر وہ اُن کے سپرد کیا گیا اونہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے
اس زنجیر کو باندھدیا اِس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے
کہ جناب اِ کتے کا پالنا کیوں حرام ہوا باوجودیکہ اسمیں فلاں وصف ہے فلاں وصف
ہے کہتے ہیں اونہوں نے اتنے وصف بیان کئے کہ شاید انمیں بھی نہ ہوں
میں سب سنتا رہا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سُن لیا اسکے
دو جواب ہیں ایک عام کہ وہ اِس کے علاوہ اور بہت سے شبہات کا جواب ہے
اور ایک خاص کہ وہ اِسی کے متعلق ہے کونسا عرض کروں فرمانے لگے دونوں
کہدیجئے میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے
پالنے کی ممانعت فرمائی ہے اور جواب عام اس لیے ہے کہ قیامت تک کے
شبہات کا جواب ہے البتہ اسمیں دو مقدمہ ہیں ایک یہ کہ آپ رسول تھے دوسرے
یہ کہ یہ رسول کا حکم ہے اگر انمیں کلام ہو تو ثابت کروں کہنے لگے کہ یہ تو ایمان ہے
یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور تحقیقی جواب تھا۔ لیکن اونکو اسکی قدر نہ ہوئی
اور کچھ حظ نہ آیا۔ کہنے لگے کہ اور جناب! جواب خاص کیا ہے میں نے کہا
کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جسقدر اوصاف آپ نے بیان کئے ہیں واقعی
وہ سب ہیں لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے
کہ اس نے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا۔ وہ یہ کہ اسمیں قومی ہمدردی
نہیں ہوتی۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کو دیکھ کر کسقدر از خود رفتہ
ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سنکر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کو
جواب سمجھے۔ حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے۔ مجھے تو خبر نہ تھی کہ یہ کون ہیں اتفاق
جب میں اٹاوہ سے بریلی آیا تو مولوی ظہور الاسلام صاحب تحصیلدار
کہنے لگے کہ آپ کی کسی سے اس قسم کی گفتگو ہوئی تھی میں نے کہا کہ ہوئی تھی
فرمانے لگے علیگڈھ کالج کے طالب علم اس جواب کا تذکرہ کر رہے تھے۔

۶۳

اور اس جواب سے بہت خوش تھے مجکو اس سے گمان ہوا کہ شاید وہاں کے تعلیم یافتہ ہوں میں نے اسکو اسلئے ذکر کیا ہے کہ میں یہ تبلادوں کہ جس جواب سے وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اسکی کچھ بھی وقعت نہیں تھی۔ اور میں اسکو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔

(۱۳۰) **مثال** - اللہ و رسول کے بارے میں عشق کا لفظ استعمال کرنا بے ادبی ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص وائسرائے کی تعریف کرنے لگے اور یہ کہے کہ انکو کانسٹیبل کے بھی اختیارات حاصل ہیں تو اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے یہ صحیح ہے لیکن یہ مدح سخت ہجو اور بے ادبی ہے بلکہ بعض دفعہ ایسے امر کی نفی بھی موہم نقص ہو جاتی ہے ؎

شاہ را گوید کسے جولاہا نیست　　این نہ مدح است این مگر آگاہ نیست

تو جسکی نفی بھی مدح نہ ہو اس کا اثبات تو کیسے مدح ہو جاوے گا وہ تو اور بھی زیادہ قدح ہو گا تو لفظ عشق کو خدا اور رسول کے لئے نہ استعمال کرنا چاہئے قرآن و حدیث میں بھی اسکو استعمال نہیں کیا گیا ہے ہاں شدت حُب کا لفظ آیا ہے۔

(۱۳۱) **مثال** - اگر ہم بھی اس مقام پر پہونچنا چاہیں جس پر صحابہ تھے (یعنی باعتبار عطا کے کیونکہ وہ جاہ تو ہم کو کہاں نصیب) تو صورت یہ ہے کہ ہم ان سے وابستگی اطاعت کی پیدا کرلیں کہ اسکی بدولت اونہیں کے ساتھ ساتھ لگے چلے جاویں جیسے کہ ایک انجن پشاور سے چلے اور کلکتہ پہونچے اور ایک ٹوٹی ہوئی گاڑی بھی کلکتہ پہونچنے کی متمنی ہو تو اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ اس انجن کے ساتھ اپنی زنجیر ملادے تو اب ہمارا بھی یہی کام ہونا چاہیئے کہ ہم صحابہؓ کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔

(۱۳۲) اگر مولوی جائز طریقوں سے دنیا کمانے کو منع کریں تو بیشک الزام ہے لیکن اگر دین میں خرابی آنے لگے گی تو وہ ضرور منع کریں گے اور یہ منع کرنا واقع میں ترقی سے روکنا نہیں ہے۔

(باقی آئندہ)

(ح) بجواب بعض اون لوگوں کے اتری جنہوں نے یہ مطالبات کیئے تہے کہ ایک قرآن ایسا اترتا جواب میں فرماتے ہیں ایسا ہی ہوتا تب بہی ہدایت نہ ہوتی بل للہ الامر جمیعًا۔ سب کام حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ طرز کلام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب خارق عادت باتیں ہوسکتی تہیں یعنی ممکن ہیں محال نہیں تو آیت چہارم سے استحالہ معجزات کا ثابت نہوا جیسا حضرات مخاطبین نے سمجہا۔

آیت پنجم۔ سورہ رعد کی آیت ہے وقالوا لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ جواب اوس کا آیت چہارم کے ساتہہ گذر چکا +

آیت ششم۔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الاٰیۃ جس کا حاصل یہ ہے کہا کفار نے کہ ہم تمپر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جبتک کہ تم یہ مطالبات پورے نہ کرو کہ ہمارے سامنے زمین میں سے ایک چشمہ جاری کرو یا تمہارا ایک باغ ہو کہجوروں اور انگوروں کا اور اوس میں نہریں بہتی ہوں۔ یا آسمان کو ہمارے اوپر گراو۔ یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آو۔ یا تمہارا ایک گہر نہایت سجا ہوا ہو۔ یا تم آسمان پر چڑہ جاو اور اگر آسمان پر چڑہ بہی گئے تو ہم اس کا یقین نہ کریں گے جبتک کہ وہاں سے ایک کتاب نہ اتارو جسکو ہم پڑہ لیں۔ بجائے ان مطالبات کو پورا کرنے کے جواب یہ دیا گیا۔ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرًا رسولًا جس کا حاصل یہ ہے کہ کیا باتیں کرتے ہو۔ میں تو صرف ایک انسان اور رسول ہوں۔ یہ آیت نفی معجزات کے بارہ میں اہل فطرت کے لیئے بہت مایۂ ناز ہے۔ ہم کہتے ہیں یہاں بہی لاتقربوا الصلوٰۃ کی مثل صادق ہے اسی سورۂ بنی اسرائیل میں یہہ آیت بہی ہے۔ وما منعنا ان نرسل بالاٰیات الا ان کذب بہا الاولون واٰتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا + (ترجمہ) نہیں باز رکہا ہمکو معجزات کے بہیجنے سے مگر اس بات نے کہ اونکو جہٹلایا تہا پہلے لوگوں نے (یعنے سب کو تجربہ ہوچکا کہ معجزات کے دکہلانے کے بعد بہی ہدایت ہونا ضروری نہیں) اور دیا تہا

۲۴۹

(۷) ہمنے قوم ثمود کو معجزہ اونٹنی کا بصیرت پیدا کرنے والا۔ تو اونہوں نے (بجائے ایمان لانے کے) اوس کے ساتھ ظلم کیا۔ (کہ اُسکو مار ڈالا) اِس آیت میں معجزہ بعض موقعہ پر نہ دکہانے کی وجہ بیان فرمائی اور ساتھ ہی اِس کے ایک معجزہ کو بھی جتلایا۔ کہ دیکھو ہم فلاں معجزہ دکہا چکے ہیں اوس کا نتیجہ کیا ہوا جو اب تمہارے مطالبات کو پورا کرکے کچھ امید کیجائے گویا دعویٰ مع دلیل ہے۔ اِس سے کیسا صاف ثبوت معجزات کا ہوتا ہے۔ پس اگر آیت ششم سے نفی معجزات کی ثابت کیجائے تو صریح تناقض آیتوں میں ایک ہی سورت کے اندر لازم آتا ہے اور ہماری پیش کردہ توجیہ سے (کہ جہاں ظاہراً نفی معجزات کی مفہوم ہوتی ہے وہاں مراد واہی تباہی اور معاندانہ فرمائشیں کفار کی ہیں اور جہاں اثبات ہے وہاں معجزات واقعیہ مراد ہیں) کہیں تناقض لازم نہیں آتا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے خیالات سے یکسو ہوکر اس آیت ششم کو غور سے پڑہے تو یہ مطالبات صاف بتاتے ہیں کہ اِن سے مقصود سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے کچھ بھی نہیں تہا کیونکہ اونمیں بعض ایسے مطالبات ہیں جو انسانی حوصلہ سے باہر ہیں مثلاً یہ کہ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاؤ یہ کس درجہ چھوٹا مونہ بڑی بات ہے کہاں دیدار الٰہی جسکی نسبت حضرت موسےٰ جیسے مقرب خاص بندہ کو فرمایا جاتا ہے۔ لن ترانی اور کہاں یہ ناچیز وحقیر دشمنان خدا۔ اسکی نسبت دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکۃ او نرےٰ ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتواً کبیراہ یعنے کہا اون لوگوں نے جو قیامت کے قائل نہیں۔ کیوں نہیں اتارے گئے ہمارے اوپر فرشتے یا ہم خدا کے تو آکو دیکھتے۔ انہوں نے اپنے دل میں اپنے آپ کو بہت ہی کچھ بڑا سمجھ رکھا ہے اور بڑی سرکشی اختیار کی ہے۔ اور بعض مطالبات ایسے ہیں جو محض بیہودہ ہیں۔ مثلاً یہ کہ آسمان کو ہمارے اوپر گرادو۔ کوئی پوچھے کہ اِس مطالبہ کو اگر پورا کیا جاوے اور آسمان کو گرادیا جاوے تو تم زندہ ہی کہاں رہوگے جو نتیجہ

۲۵۰

(7) یعنی ایمان لانا او سپر مترتب ہو۔ ایسی دریدہ دہنی اور بیہودہ بات کے جواب میں کسی خرق عادت کے دکھانے کا انجام سوا اسکے کیا ہے کہ پیغمبر جو نائب خدا ہے ایک کا ٹھہ کا کھلونا بنجاوے ایک نے یہ مطالبات کیئے دوسرے نے اور کیئے تیسرے نے اور کیئے وہ سب کام چھوڑ کر ان ہی کے کھیل تماشہ میں مصروف رہے ان مطالبات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق حق مقصود نہیں تھی صرف دق کرنا مقصود تھا۔ لہذا ان میں سے کیکو بھی پورا نہیں کیا گیا اور ہمارا دعوے صحیح رہا کہ قرآن میں جہاں کہیں معجزات کی نفی کی گئی ہے وہاں وہی معجزات مراد ہیں جن کا مطالبہ محض دق کرنے کے لئے تھا۔ رہا یہ کہ جواب میں فرمایا گیا ہے ھل کنت الا بشرا رسولا جس سے اہل فطرت نے سمجھا کہ رسول کیلیے معجزہ ہونا ہی نہیں چاہئے۔ اور معجزہ خلاف شان رسالت ہے ہم پوچھتے ہیں یہ کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ نفی خاص کو نفی عام لازم نہیں مثلاً کہا جاوے کہ زید کا آنا فلاں جگہ مناسب نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی انسان کا بھی آنا وہاں مناسب نہیں۔ بنا بریں اگر کسی خاص ایک معجزہ یا چند معجزات کی نسبت یہ بھی کہا جاوے کہ یہ شانِ رسالت کے مناسب نہیں تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ مطلقاً معجزہ مناسب نہیں۔ غرض اس آیت سے بھی اہلِ فطرت کے دعوے کی تائید نہیں ہوتی بلکہ ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے۔

حق یہ ہے کہ ایسی بڑی بات کا جواب کہ نعوذ باللہ خدا کو ہمارے سامنے لا دیہ تھا کہ ایک دم ان کو ہلاک کر دیا جاتا جیسا کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو اسی سوال کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا تھا جس کا قصہ اس آیت میں مذکور ہے واذ قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتیٰ نرے اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون۔ (ترجمہ) یاد کرو اوس وقت کو جب تم نے کہا کہ ہم اے موسے تمپر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں پس فوراً پکڑ لیا تم کو کڑک نے اور تم دیکھ رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا کرم و احسان ہے

۵۱

(۷) کو ایسا نہیں کیا بلکہ حکیمانہ جواب دیا - قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا جس کا حاصل یہ ہے کہ میں دو باتوں کا مدعی ہوں بشر ہونے کا اور رسول ہونے کا بشر ہونا تو ظاہر اور سب کے نزدیک مسلم ہے - پھر تعجب ہے کہ ایسے مطالبات کرتے ہو جو طاقت بشری سے خارج ہیں مثلاً حق تعالی کو تمہارے سامنے لے آنا - اور بحیثیت رسول ہونے کے بھی ایسے سوالات کرنا غلطی ہے اسواسطے کہ رسول بھی خدا کا بندہ ہی تو ہوتا ہے خدا پر فرمانروا یا اوس کا کسی بات میں شریک یا مشیر نہیں ہوتا وہ صرف خدائے تعالےٰ کا حکم پہنچانے والا ہوتا ہے اِس قسم کے مطالبات خود خدا سے کرنے چاہییں یا اوس سے جو نعوذ باللہ اوس کا شریک ہوتا یا کم سے کم مشیر ہوتا اور یہ دونوں باتیں رسول میں نہیں ہیں تو اوس سے ایسے مطالبات کرنا چہ معنے - رسول کی شان یہ ہے قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا الا بلغا من اللہ ورسلاتہ - (ترجمہ) کہدو کہ میں تمہارے لیے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں نہ بھلائی کا - کہدو مجکو نہیں بچا سکتا - اللہ سے کوئی اور نہیں پا سکتا ہیں اوس سے کوئی پناہ کی جگہ سوائے اِس کے کہ اوس کے احکام کی تبلیغ کروں اور اوس کے پیغاموں کو پہنچاؤں جب رسول کی یہ شان ہے کہ بحیثیت بندہ ہونے کے حق تعالےٰ سے وہ اسقدر ڈرتا ہے، تو اوسکو خدائے تعالی کو کسی مشورہ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی ہے - اور کونسی عقل سلیم اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ کوئی بندہ خدا کو مشورہ دے ؛

آیت ہفتم - وقالوا لولا یاتینا بایۃ من ربہ اولم تاتہم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ (ترجمہ) اور کہا کفار نے کیوں نہیں لاتے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نشانی (معجزہ) اپنے پروردگار کے پاس سے - کیا نہیں آئی اونکے پاس دلیل پہلے صحیفوں میں کی - اہل فطرت کہتے ہیں کہ یہاں بھی معجزہ کے مطالبہ کے جواب میں کسی معجزہ کا نام نہیں لیا گیا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں وقوع میں آیا - جب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

(باقی آیندہ)

ابو یعلیٰ نے بروایت حماد بن ابی سلیمان ابراہیم نخعی حضرت عمار بن یاسر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمار! ابھی میرے پاس جبرائیل (علیہ السلام) آئے تھے میں نے ان سے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے فضائل دریافت کئے انہوں نے کہا کہ اگر میں عمر نوح (علیہ السلام) تک بھی عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کروں تو پورے نہیں ہو سکتے باوجود اس کے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا وہ مرتبہ ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

حاکم نے بروایت ازرق بن قیس کے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ہمکو ہمارے امام مسجد نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابو رمثہ تھی اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ میں نے یہی نماز یا (کہا کہ) ایسی ہی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں آپکی داہنی جانب کھڑے ہوا کرتے تھے ایک روز ایک شخص جو نماز کی تکبیر اولیٰ میں شریک تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے اور دونوں جانب سلام پھیر چکے یہاں تک کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی اس کے بعد آپ اسیطرح مقتدیوں کی طرف پھر کر بیٹھ گئے جس طرح میں تمہاری طرف پھر کر بیٹھا ہوں تو وہ شخص جو تکبیر اولیٰ میں آپ کے ساتھ شریک تھا اٹھا اور دو رکعت نماز پڑھنے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھکر اس کے شانے پکڑ لیے اور اسکو ہلایا اور کہا کہ بیٹھ جا اہل کتاب اسی سبب سے تو ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان میں فصل نہوتا تھا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر اٹھائی اور فرمایا کہ اللہ تمہارا بھلا کرے اے ابن خطاب!

ابو عمر نے بروایت عبد الحمید بن عبد الرحمن یعنی ابی یحیٰی حمانی ابو سعید سے جو حضرت خذیفہ کے غلام تھے انہوں نے ایک شخص سے جو صحابی تھے جن کو ابو محجن یا ابو محجن بن فلاں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا) روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ مہربان میری امت پر ابو بکر ہیں اور سب سے زیادہ قوی خدا کے کام میں عمر ہیں اور سب سے زیادہ کامل الحیا عثمان ہیں۔ اور سب سے زیادہ حلال و حرام کا

۱۷۱

علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں اور ہر امت کے لیئے ایک امین ہوتا ہے اِس امت کے امین عبیدہ بن جراح ہیں

امام احمد نے حسین بن واقد سے روایت کی ہے وہ عبداللہ بن بریدہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حرا پر بیٹھے تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر و عثمان بھی تھے ناگاہ پہاڑ نے جنبش کی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حرا! ٹھہر جا تجھ پر تو نبی یا صدیق دو شہید ہیں۔

امام احمد بروایت عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجوروں کے اُس جُھنڈ کے نیچے سے ابھی ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ کے فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہم نے ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق جنت کی بشارت دی پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ کھجوروں کے اِس جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت جابر کہتے ہیں ہم نے اِن کو بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسکی بشارت دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجوروں کے اِس جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسکی بشارت ان کو دی۔ پھر فرمایا کہ کھجوروں کے اِس جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے۔ پھر آپ نے تین مرتبہ یہ دعا مانگی یا اللہ! اگر تو چاہے تو آنے والے علی ہوں حضرت جابر کہتے ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

۱۸۲

ابو یعلی نے عبدالرحمن بن اخنس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ایک مرتبہ ہمارے سامنے مغیرہ بن شعبہ نے خطبہ پڑھا جس میں انہوں نے حضرت علی کی کچھ بُرائی بیان کی تو حضرت سعید بن زید اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ نبی جنتی ہیں ابوبکر جنتی ہیں عمر جنتی اور عثمان جنتی ہیں۔

اور علی جنتی ہیں۔ اور طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں اور عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں اور سعد (بن ابی وقاص) جنتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی بتادوں

ترمذی نے عبدالرحمن بن حمید سے اُنہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ اُن سے سعید بن زید نے نیز اور بہت سے اشخاص نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں ابوبکر جنتی ہیں اور عمر جنتی ہیں۔ اور عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں اور طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں اور عبدالرحمن جنتی ہیں اور ابوعبیدہ جنتی ہیں۔ اور سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں (راوی کہتے ہیں) کہ انہوں نے انہیں نو کا نام بتایا اور دسویں کے نام سے سکوت کیا لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو خدا کی قسم دلاتے ہیں کہ اے ابواعور! بتادیجئے دسویں شخص کا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے مجھے خدا کی قسم دلائی ہے تو سنو (دسواں شخص) ابواعور ہے وہ بھی جنتی ہے ÷

۱۷۳ ابویعلیٰ نے محمد بن عبدالرحمن سے اُنہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں اور سب سے زیادہ سخت اسلام میں عمر ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ کامل عثمان بن عفان ہیں۔ اور سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہیں اور حلال و حرام کے سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہیں اور قرأت میں سب سے بڑے ہوئے اُبی بن کعب ہیں اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی امت میں کچھ خاص لوگ ہوا کرتے ہیں میری امت کے خاص خاص ابوبکر و عمرؓ ہیں ÷

سہیل فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوکر

تشریف لائے تو منبر پر رونق افروز ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! ابوبکر نے مجھے کبھی رنج نہیں پہونچایا اس کو یاد رکھو اے لوگو! میں ان سے راضی ہوں نیز عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد، عبد الرحمن بن عوف اور مہاجرین اولین بھی یاد رکھو خوش ہوں (طبرانی)

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ابوبکر و عمرؓ پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو فضیلت دے تو وہ مہاجرین و انصار پر ظلم کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے۔ (طبرانی)

امام احمد نے بروایت وُہیب موسیٰ بن عقبہ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے سُنا وہ بیان کرتے تھے اور میرے خیال میں نافع بن عبد الحارث سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی باغ میں تشریف لے گئے اور کنوئیں کی جگت پر بیٹھ گئے پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ اس کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت نے فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور جنت کی بشارت دو۔ اس کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور جنت کی بشارت دو۔ اور عنقریب وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہوں گے ⁂

نیز بخاری نے بروایت ابو عثمان نہدی حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ کے ایک باغ میں تھا، ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھولدو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق بشارت دی انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھولدو اور انکو جنت کی بشارت دو میں نے دروازہ کھولا

(باقی آئندہ)

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کے لئے عموماً ایک نعمت عظمیٰ بنایا ہے جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیضیاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہو چکنے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کی وجہ سے احقر کو خیال ہوا کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کے واسطے از حد مفید ہوگا۔

بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائٹیل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہے کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت مولانا کے علوم سے مستفید ہونے کی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔ پی۔ کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

المشتہر۔ محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی